۷۸۶

۱۱۰-۹۲

یا صاحب الزّماں ادرکنیؑ

DvD Version

لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری۔

www.ziaraat.com

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

Presented by Ziaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

خون کے ماتم پر مشہور اعظم کتاب

الشعائر الحسینیہ

حضرت آیت اللہ شہید
سید حسن حسینی شیرازی

Presented by Ziaraat.com

بسم الحسین

Presented by Ziaraat.com

Presented by Ziaraat.com

شعائرِ حسینیہ

آیت اللہ شہید

سید حسن حسینی شیرازی

Presented by Ziaraat.com

نام کتاب............شعائرِ حسینیہ

تالیف..............آیت اللہ سید حسن حسینی شیرازی

ترجمہ..............سید منیر رضوی

نظر ثانی............ترجمان۔ دارالترجمہ

ناشر................Ziaraat.com

سال اشاعت.........   ۲۰۱۸

ہدیہ.................

Ziaraat.com
Online Library

Copyright © 2018 by DMF Publications

All rights reserved. This book or any portion thereof may not be reproduced or used in any manner whatsoever without the express written permission of the publisher except for the use of brief quotations in a book review.

DOT Management Foundation - Ziaraat.com

under the supervision of **Sabil-e-Sakina** (S.A) **Online Islamic Digital Library**

0092 (0) 333 2000 464 webmaster@ziaraat.com fb.com/ziaraatdotcom
0092 (0) 333 3589 401 mail@dmfpak.org www.dmfpak.org

Presented by Ziaraat.com

انتساب

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ هُدًى

لِّلْمُتَّقِينَ

کی تفسیر کے نام

Presented by Ziaraat.com

قَالَ الإمَامُ أبُو عَبْدِ اللهِ الحُسَيْن عَلَيْهِ السَّلَام

أنَا قَتِيلُ العَبْرَة

قُتِلْتُ مَكْرُوباً وَحَقِيقٌ عَلَى اللهِ

أَنْ لَا يَأْتِيَنِي مَكْرُوبٌ إِلَّا رَدَّهُ وَقَلْبُهُ إِلَى أَهْلِهِ مَسْرُوراً

(وسائل الشيعة للحر العاملي)

Presented by Ziaraat.com

فہرست

Presented by Ziaraat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلَاۃُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

وَاللَّعۡنُ لِیۡ اَعۡدَائِہِمۡ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو رحمٰن ورحیم ہے۔

تمام حمد ہے اس اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا رب ہے اور درود وسلام ہو حضرتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی تمام آلؑ پر اور لعنت ہو ان کے تمام دشمنوں پر قیامت تک کے لئے۔

آیاتِ قرآنی

''اے ایمان والو! اِطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسولؐ کی، اور صاحبانِ امر کی جو تم میں سے ہیں۔ پس اگر تم کسی چیز کے بارے میں نزاع کرو تو اس کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف پلٹا دو اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اچھی تاویل ہے۔'' ۱

''جو لوگ ہمارے نازل کئے ہوئے واضح بیانات اور ہدایات کو ہمارے بیان کر دینے کے بعد بھی چھپاتے ہیں ان پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔'' ۲

---

(۱) سورۃ النساء: آیت: ۶۲۔

(۲) سورۃ بقرۃ: آیت: ۱۵۹۔

Presented by Ziaraat.com

''انسانوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جن کی باتیں زندگانی دنیا میں بہت بھلی اور اچھی لگتی ہیں اور وہ اپنے دل کی باتوں پر خدا کو گواہ بناتے ہیں حالانکہ وہ بدترین دشمن خدا ہیں اور جب آپ کے پاس سے منہ پھیرتے ہیں تو وہ زمین پر فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کھیتوں اور نسلوں کو برباد کرتے ہیں۔ جب کہ خدا فساد کو اصلاً پسند نہیں کرتا اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم خدا کا تقویٰ اختیار کرو تو غرور اور گناہ ان کے آڑے آجاتا ہے۔ ان کے لئے جہنم ہے اور وہ کتنا برا ٹھکانہ ہے۔''۱

''لوگوں میں سے جو لوگ صاحبانِ تقویٰ ہیں اگر ان کو شیطان کی طرف سے کوئی خیال آ بھی جاتا ہے تو وہ فوراً خدا کو یاد کرتے ہیں اور حقائق کو دیکھنے لگتے ہیں اور مشرکین کے برادران شیاطین انہیں گمراہی کی طرف کھینچ رہے ہیں اور وہ اس میں کوئی کوتاہی بھی نہیں کرتے ہیں۔''۲

❁❁❁❁

(۱) سورۃ بقرۃ: آیت: ۲۰۴, ۲۰۵, ۲۰۶۔

(۲) سورۃ اعراف: آیت: ۲۰۱, ۲۰۲۔

Presented by Ziaraat.com

مقدمہ

اسلام نے ایک ایسے علاقے میں نشاۃ پائی جہاں پوری دنیا کو اسلام کا پیغام پہنچانے کی بے پناہ صلاحیتیں پائی جاتی تھیں اور یہ علاقہ مقتدر سلطنتوں کے تسلط سے آزاد ہونے کی وجہ سے اپنے اندر اسلام کو نافذ کرنے کی قدرت رکھتا تھا۔ بشری صفات سے بہرہ مند ہونے کی وجہ سے اس میں حالات کا مقابلہ کرنے کی بہتر صلاحیتیں پیدا ہوگئی تھیں جو کہیں اور میسر نہیں تھیں۔

لیکن اسلام کا جن ظروف میں افتتاح ہورہا تھا وہ ظروف ایسے ظروف تھے جن کی صورتِ حال غیر یقینی تھی کیونکہ ان میں جاہلیت کے زمانے کے تمام شاکل وعقود موجود تھے۔ تو اسلام کے لئے ضروری تھا کہ وہ جدید طرز سے ان تمام عقود وشاکل جاہلیت کا علاج کرے۔ لیکن وہ رطب اور کبر سے نہیں بلکہ عظیم اخلاقِ حسنہ اور مواعظِ حسنہ سے۔

ابتدائے اسلام میں جہاں خالص مومنین دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے وہاں ان کے ساتھ ساتھ مفاد پرست لوگ بھی اسلام میں داخل ہوئے اور آہستہ آہستہ ان لوگوں میں اضافہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ یہ ایک کثیر تعداد میں ہوگئے کہ جن کے بارے میں قرآن نے ارشاد فرمایا کہ یہ منافق ہیں اور ان لوگوں نے اسلام اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سازشیں شروع کردیں اور ہر وقت اسلام اور مسلمانوں کو نقصان

Presented by Ziaraat.com

پہنچانے کے درپے رہے۔لیکن یہ سارا کام وہ خفیہ طور پر انجام دیتے۔

یہاں ایک سوال ہے کہ جس کا جواب دینا ضروری ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوم کے افراد کو اپنے بچوں سے بھی زیادہ بہتر طریقے سے جانتے تھے تو پھر آپؐ نے جانتے ہوئے بھی منافقین کو اسلام کی صفوف میں قبول کیوں کیا؟ حتیٰ کہ وہ آپؐ کی زندگی اور آپؐ کے بعد اس قدر مؤثر ہوئے کہ انہوں نے اسلام میں اپنا نفوذ پیدا کرلیا اور انہوں نے اسلام کے سامنے آپؐ کی زندگی اور آپؐ کے بعد مشکلات کو کھڑا کر دیا۔حالانکہ آپؐ ان سے بے نیاز ہوسکتے تھے بلکہ تھے!

جواب:

اس سوال کا جواب غور طلب ہے۔ابتدائے اسلام میں حضرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مصلحت نہیں تھی کہ آپؐ فقط خالص مومنین کو اسلام میں قبول فرماتے اور منافقین کو اپنے سے دور کر دیتے۔کیونکہ رسولِ اسلامؐ عرب سے بلکہ پوری دنیا سے جاہلیت کی تمام جڑوں کو اکھاڑ کر پھینک دینا چاہتے تھے اور چاہتے تھے کہ ان کی جگہ اسلام اپنے تمام تر حقائق کے ساتھ محکم و مضبوط ہو جائے۔اسی مقصد کے لئے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتدا میں یہ نعرہ بلند کیا (قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا)۔

جو بھی (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) زبان سے جاری کرے گا وہ کامیاب ہو جائے گا۔حتیٰ کہ جن تمام لوگوں نے یہ کلمہ اپنی زبان سے جاری کیا۔ان کو مرحبا بھی کہا اور اپنی صف میں خوش آمدید بھی کہا۔خواہ ان لوگوں نے زبان سے ہی جاری کیا دل سے وہ اس پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور یہ تسامح جو وسیع اور کھلا تھا مسلمانوں کے قبول کرنے میں اس کو اپنایا تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں مرض و کجی ہے وہ بھی اس دعوت کو قبول کر لیں اور وہ بھی مسلمانوں کی صفوف میں شامل ہو جائیں پس یہ جاہلیت کے افراد اپنے تمام

Presented by Ziaraat.com

کینہ اور پوشیدہ دشمنی کے باوجود بھی ظاہری طور پر اسلام کی صفوف میں شامل ہو گئے۔ ان لوگوں نے اسلام کو نجات کے وسیلے کے طور پر قبول نہیں کیا تھا بلکہ اپنے ناپاک اہداف کے حصول کے لئے ایک کامیاب وسیلہ کے طور پر اس کو قبول کیا تھا جبکہ وہ کافرو مشرک رہتے ہوئے ان اہداف کو حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی رسولِ خداؐ نے ان کو اپنی صفوف میں اس لئے قبول کیا تا کہ وہ ظاہری دشمنانِ خداو اسلام کے خلاف ان کو لڑا سکیں۔

اس وقت یہ لوگ ظاہری طور پر دشمنانِ خدا و اسلام کے خلاف جنگ و جدل میں مصروف رہے لیکن حقیقت میں وہ اسلام میں اپنا نفوذ حاصل کر رہے تھے اور رسولِ خداؐ ان کو لشکرِ اسلام میں اس لئے قبول کر رہے تھے کہ ان کے ہونے کی وجہ سے اسلام کی ظاہری طاقت جمع ہو رہی تھی جبکہ قرآن ساتھ ساتھ ہی منافقین کے لئے حلقہ تنگ کر رہا تھا اور ان پر اپنی پوری روشنی ڈال رہا تھا تا کہ یہ حقیقی طور پر اسلام کو قبول کریں لیکن ان لوگوں کے دلوں میں نفاق رسوخ کر چکا تھا۔ وہ اصلاً اس کو چھوڑنے کو تیار نہیں تھے لیکن ظاہری طور پر وہی کام انجام دیتے جو مخلص مومنین انجام دیتے تھے لیکن اپنے نفاق پر ڈٹے رہے ان کا اسلام کو قبول کرنا مجبوری یا انزاعیہ تھا۔ ان لوگوں نے اسلام کو راہِ فاسد سے نکلنے اور راہِ صحیح کو اختیار کرنے کے لئے قبول نہیں کیا تھا بلکہ ان لوگوں نے فقط اپنے ناپاک اہداف کو حاصل کرنے کے لئے ظاہری طور پر اسلام کو قبول کیا تھا جبکہ ان کے دل اس قدر سخت تھے کہ ایک لمحے کے برابر بھی اسلام کو قبول نہیں کر رہے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اپنے حلقے سے دور بھی نہیں کر سکتے تھے ورنہ خود آپؐ اور علیؑ و سلمان و ابوذر اور وہ جو کچھ تعداد مخلص مومنوں کی تھی ان کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو جاتا

Presented by Ziaraat.com

بلکہ یہ ختم ہو جاتے بلکہ وہ اسلام کا چھوٹا سا چشمہ جو مکے کی سرزمین پر پھوٹ کر موجزن ہو رہا تھا، اس کا باقی رہنا محال تھا جبکہ حضرتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ اسلام ایک ایسی قوت کے طور پر ظاہر ہو جو دوسرے ادیان اور باطل حکومتوں کو نیست و نابود کر دے اور یہ ہمیشہ تک باقی رہے۔ جس کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلال کر دیں وہ قیامت تک حلال رہے اور جس کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرام کر دیں وہ قیامت تک حرام ہی رہے۔

جب کہ رسولِ کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ہدف کے مقابل میں عرب کے افق پر دشمنی کے بادل چھائے ہوئے تھے اور خود اس کے اردگرد دشمنوں کی بھیڑ تھی۔ لہٰذا عرب اس وضع اور اپنے ہدف کو مدِ نظر رکھتے خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجبور تھے کہ ان منافقین کو اسلام کی صفوف میں قبول کریں۔ اگر چہ زمانۂ اسلام کے شروع میں چند گنتی کے لوگ تھے لیکن آہستہ آہستہ انہوں نے ترقی کی۔ ایک دن ایسا آیا کہ منافقین کے سردار قیادت کے مراکز تک مؤثر ہو گئے اور انہوں نے اسلام میں ایسا فساد برپا کیا کہ قریب تھا وہ اسلام کو جڑوں سے اکھاڑ دیں۔ اگر حضرتِ علیؑ جو عظیم، شجاع اور بہادر تھے وہ ان کے سامنے دیوار بن کر کھڑے نہ ہو جاتے۔ آپؑ نے اسلام کی حفاظت کے لئے ہر دور میں مناسب اقدامات کئے یہاں تک کہ منافقوں کا طفیلی ہونا اور ان کا اور ان کے کارندوں کا اسلام سے دور ہونا ثابت ہو گیا۔

پس حضرتِ علیؑ نے اسلام کو دو مرتبہ حقیقی زندگی عطا کی ہے۔ ایک اس مرتبہ جب تمام کفار و مشرکین نے اسلام پر حملہ کیا اور خود مسلمان رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دشمنوں کے نرغے میں تنہا چھوڑ کر فرار ہو گئے تو اس وقت علیؑ ہی کی تلوار تھی جس نے آپؐ اور اسلام کا دفاع کر کے اسلام کو حقیقی زندگی عطا فرمائی۔

اور دوسری مرتبہ جب خود مسلمان آمروں نے اسلام پر حملہ کیا اور خلافت و حکومت

Presented by Ziaraat.com

کی باگ ڈور کو خود اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اس وقت بھی آپؑ نے تمام امکانات کو خالی کر دیا تا کہ ان کا دینِ اسلام سے دور ہونا ثابت ہو جائے اور یہ اپنی اصلی و طبیعی حالت کی طرف پلٹ جائیں۔ پس حق یہ ہے کہ اسلام دو مرتبہ علوی السلام ہوا۔

اسلام ہے کیا؟

کیا اسلام وہ ہے جو افراد اور اجتماعات کے مصالح کی چاہت ہے یا اسلام وہ ہے جس کو خدا نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا تھا تا کہ آپؐ لوگوں کو تاریکی اور ظلمات سے باہر لے کر آئیں اور ان کو نورِ ہدایت کی طرف رہنمائی فرمائیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کا اول تصور تو نہیں ہو سکتا۔ لامحالہ دوسرا رخ ہی ہو گا۔

اگر اسلام دوسرے فرض و رخ کا نام ہے تو پھر اسلام وہی شیعیت ہے اور شیعیت وہی اسلام ہے لہٰذا اسلام اور شیعیت ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں اور آپس میں مترادف ہیں اور یہ وہی حقیقت ہے جس کو خدا نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا ہے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بشارت دی ہے اور کیا وہ یہ ہی نہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوا؟

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ

"اے رسولؐ! وہ حکم جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ فرما دیں اور اگر آپؐ نے یہ انجام نہ دیا تو گویا آپؐ نے ہماری رسالت کا کوئی کام ہی نہیں کیا۔ آپؐ انجام دیں۔ خدا آپؐ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے

Presented by Ziaraat.com

گا۔اللہ کافروں کوہدایت نہیں کرتا۔"[۱]

کیا وہ پیغام یہ ہی نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر کے دن غدیر کے صحرا میں سوالاکھ کے مجمعے میں جوسب مسلمانوں اور اصحاب اور حاجیوں کا تھا اس سے علی ں کا بازو تھام کرفرمایا:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِّي مَوْلَاهُ

"جس جس کا میں مولیٰ ہوں اس اس کا علیؑ مولیٰ ہے"

اور پھر آپؐ نے تمام موجودہ لوگوں کو حکم دیا کہ آپؑ کی بیعت کریں اور امیرالمومنین کہہ کرسلام کریں۔

پس رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیعیت کی بشارت تو اسی دن دے دی تھی جس دن مکہ میں آپؐ نے فرمایا" اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہوتو فلاح پاؤ گے" لیکن یہ ابتدا تھی اور غدیر کے دن اس کو انتہا تک پہنچا دیا لیکن شیعیت کو اسی دن خطرہ لاحق ہو گیا جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسلمانوں نے علیؑ کو چھوڑ دیا اور شیعیت کے خلاف تحریک میں جوش اس وقت آیا جب معاویہ کوفے میں داخل ہوا اور خوارجِ کوفہ ادھر ادھر منتشر ہوئے تا کہ لوگوں کو علیؑ کے بغض پر جمع کریں اور یہ تحریک اس قدر جوش میں آ چکی تھی کہ حجاج ملعون نے کوفہ کے اردگرد بیس ہزار قبروں کو کھودا تا کہ علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کی قبر کو تلاش کر سکے اور آپؑ کے جسدِ اطہر کی بے حرمتی کر سکے اور طوفان اپنے عروج کو اس دن پہنچ گیا جس دن یزیدِ ملعون منبرِ رسولؐ پر آیا اور وہ خلافت کے تخت پر چارزانو ہو کر بیٹھا اور شراب کا دور چلایا اور بندروں سے کھیلنا شروع کیا۔ یزید وہ ملعون ہے جو فقط خلافت اور انسانیت کی حدود ہی سے باہر نہیں گیا تھا بلکہ اس نے بشریت کی حدود کو

۱سورۃ مائدہ آیت۔۶۷

Presented by Ziaraat.com

عبور کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے بارے میں عبداللہ حنظلہ نے یوں کہا:

''خدا کی قسم یزید وہ ملعون ہے کہ جس کے خلاف ہم اس وقت ہوئے جب ہمیں خوف لاحق ہو گیا تھا کہ اب اگر اس کی حمایت کی تو آسمان سے ہمارے اوپر پتھر برسنا شروع ہو جائیں گے۔'' یہ وہ ملعون تھا جو خوں ریزی اور لوگوں کی عزتوں سے اپنے منہ کو کالا کرنے پر حریص تھا اور شکار اور جانوروں سے کھیلنا اس کا مشغلہ تھا۔ یہاں تک کہ اس کی سیاست اصطبل کے لئے تھی تاکہ مسلمانوں کی خلافت کے لئے اس کا شوق کتوں اور ریچھوں کے لڑانے کا ہوتا تھا۔ بندروں اور دوسرے جانوروں کی ہر راس کا شوق اس کو تھا لیکن مسلمانوں کے امور کا کوئی شوق نہیں تھا۔ اس ملعون کا ایک بندر تھا جس کا نام اس نے ابوقیس رکھا ہوا تھا اور اس کو ریشمی لباس پہنا تا تھا اور ریشمی لباس ایسا ہوتا تھا جس پر سونے اور چاندی کے ساتھ ڈوری لگائی ہوئی ہوتی تھی اور وہ اس کو گدھی پر سوار کرتا تھا اور پھر اس گدھی کا مقابلہ گھوڑوں کے ساتھ کرواتا تھا اور مسابقے کے دوران وہ اس بندر والی گدھی کو داد دیتا تھا اور یوں اس کے حق میں شعر پڑھتا تھا۔

تَمَسَّكْ اَبَا قَيْسٍ بِفَضْلِ عِنَانِهَا
فَلَيْسَ عَلَيْهَا اِنْ سَقَطْتَ ضَمَانُ
اَلَا مَنْ رَأَى الْقِرْدَ الَّذِيْ سَبَقَتْ بِهِ
جِيَادُ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتَانُ۔

''اے ابوقیس! اپنی طاقت سے اس گدھی کی گردن کو پکڑ کر رکھو اور تو اس سے گرے گی نہیں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ کبھی کسی نے ایسے بندر کو دیکھا ہے جس کی وجہ سے گدھی امیر المومنین کے گھوڑوں پر سبقت لے جائے۔''

اس ملعون کی ہمیشہ خواہش یہ ہوتی تھی کہ وہ بندروں اور ہرنیوں سے کھیل کود کرتا

Presented by Ziaraat.com

رہے اور جب کبھی اس کو زیادہ شوق ہوتا تو گانا گانے والی لڑکیوں اور خوبصورت لڑکوں کو اپنی محفل میں لے آتا لیکن لڑائی اور گھڑسواری سے گھبراتا تھا۔ خواہ وہ دین و دنیا سے دفاع کے لئے ہی ہوتی تھی۔ جب معاویہ نے سفیان بنِ عوف کی قیادت میں قسطنطنیہ کے لئے لشکر کو روانہ کیا تو اس نے اپنے آپ کو مریض ظاہر کیا تا کہ لشکر کے ساتھ جانا نہ پڑے اور اسی حالت میں رہا جب تک لشکر روانہ نہ ہو گیا اور جب اس کو خبر ہوئی کہ مسلمانوں کے لشکر کو راستے میں کھانے پینے کی مشکلات آ رہی ہیں تو اس نے اس لشکر کے ساتھ نہ جانے کی خوشی میں یوں اشعار پڑھے:

مَا اِنْ اُبَالِیْ بِمَا لَاقَتْ جُمُوْعُهُمْ
بِالْفَرْقَدُوْنَةِ مِنْ حُمّٰی وَمِنْ مُوْمِ
اِذَا اتَّكَأْتُ عَلَى الْاَنْمَاطِ مُرْتَفِقًا
بِدَيْرِ "مَرَّان" عِنْدِیْ اُمُّ كُلْثُوْم

"مسلمانوں کے لشکر کو جو مرقدونہ کے مقام پر پریشانی لاحق ہوئی ہے اس سے مجھے کیا غرض ہے جبکہ میں مران میں تکیے کی ٹیک لگائے ہوئے ہوں اور میرے پاس ام کلثوم موجود ہے۔"

اس ملعون کے یہ اشعار محفلوں میں اس قدر مشہور ہوئے جو اس کی بزدلی کو بیان کرتے تھے۔ یہاں تک کہ معاویہ مجبور ہو گیا کہ اس کو لشکر کی طرف روانہ کرے تا کہ اپنی اور اس کی رسوائی کو کم کر سکے۔

پس ایسی دردناک اور افسوسناک صورتحال میں کیا امامِ حسین علیہ السلام خاموش رہ سکتے تھے؟ کیا ان کے لئے اسلام کی حفاظت اور اس کی بقا کے لئے اپنے اوپر واجب ذمہ داریوں کو پورا کرنا ضروری نہیں تھا تا کہ وہ اٹھیں اور ایک ایسا انقلاب برپا کریں جو

Presented by Ziaraat.com

اسلام اوراس کے مقدسات کی حفاظت؟ کرے جبکہ آپؑ دیکھ رہے تھے کہ اسلام اور اس کے مقدسات کو یزید کے سے ملعون سے خطرہ ہے حتیٰ کہ اس ملعون کی حکومت سے کوئی اصلاح کی امید باقی نہیں رہی تھی۔ بلکہ یہ حکومت کھلم کھلا تشیع پر ضربِ کاری لگا رہی تھی۔ اگرامامِ حسین علیہ السلام اس کو ایسے انقلاب کے ذریعے نہیں روکتے جو جابروں کی گردن مروڑے تو پھر خود امامؑ پر دنیا آج اعتراض کر رہی ہوتی۔ جب امامؑ نے ایسا کارنامہ انجام دیا جس کی وجہ سے دنیا و دین اموی اندھیروں سے باہر آ گئے اور یہ دین روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آ گیا اور اس نے یزیدیت اور اموی حکومت کو پاؤں تلے روند ڈالا اور اسلام اور تشیع جو ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں وہ کھل کر سامنے آ گئے۔

پس قولِ حق یہ ہی ہے کہ اسلام علوی ہے اور تشیع حسینی ہے بلکہ صحیح و حق یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اسلام کی بنیاد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھی اور اس کے محافظ علی علیہ السلام تھے اور اس کو پروان امامِ حسین علیہ السلام نے چڑھایا یہاں تک کہ اسلام کامل و مستحکم ہوا۔

جیسے اصلِ اسلام اپنے استحکام میں محمدؐ و علیؑ و حسینؑ کی محنت و طاقت کی طرف محتاج ہے ایسے ہی اس دل میں بھی اسلام کامل نہیں ہوسکتا جس دل میں محمدؐ و علی و حسینؑ اکٹھے نہ ہوں کیونکہ رسولِ خدا حضرتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات ابتدائی تھیں۔ علیؑ کی تعلیمات تربیتی اور امامِ حسینؑ کی تعلیمات امتدادی تھیں اور جب تک یہ تینوں عناصر جمع نہیں ہوتے اس وقت تک اسلام کامل، روشن اور واضح نہیں ہوتا جبکہ ہر دور میں ایک خاص رئیس ہے کہ جس کی ریاست سے دوسرے کی وجہ سے بے نیازی نہیں حاصل ہوسکتی لہٰذا کسی بندے کا اسلام کامل نہیں ہوسکتا جب تک اس کو ایک خاص واسطہ محمدؐ و علیؑ اور اسی سبطِ شہید حسین علیہ السلام سے نہ ہو۔

Presented by Ziaraat.com

پس وہ لوگ کامیاب و کامران ہیں جنہوں نے محمدؐ و علیؑ و حسینؑ کو پالیا ہے اور ہر دور میں وہ ان کے ساتھ ہیں اور انہوں نے ان سے تعلیمات کو حاصل کیا ہے۔

لیکن وہ لوگ جنہوں نے ان مقدس ہستیوں کا زمانہ نہیں پایا ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان مقدس شخصیات کی تعلیمات کی روشنی کے تحت زندگی بسر کریں۔ جو روشنی طولِ تاریخ و حیات میں موجود ہے۔

پس رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تسلسل کے ساتھ رابطہ اسلام کے ساتھ قرآن و سنت اور ان کی سیرت کی شکل میں ہمیشہ سے پایا جاتا ہے۔ ایسے ہی علی علیہ السلام کا تعلق بھی اسلام کے ساتھ تسلسل سے ہے جو ان کے راستے اور ان کی شجاعت اور ہر موقع پر اسلام کی نصرت کی صورت میں ہے لیکن امامِ حسین علیہ السلام کا تعلق و تسلسل کس نوعیت کا ہونا چاہیے؟ تو ضروری ہے کہ امامِ حسین علیہ السلام کا تعلق و تسلسل نبیؐ و وصیؑ سے زیادہ سخت ہونا چاہیے کیونکہ امامِ حسین علیہ السلام کا دور انقلاب کا دور ہے اور انقلاب کا تسلسل محتاج ہے کہ انقلاب کو ہر پہلو سے زندہ رکھا جائے۔

لہٰذا فقط یہ مجالس اور یہ آپؑ کی شان میں قصائد اور تقریریں یہ کافی نہیں ہیں کیونکہ یہ آپؑ کے تذکرے کو زندہ رکھنے کا موجب بن سکتی ہیں لیکن آپؑ کے انقلاب کو آنے والی نسلوں تک منتقل نہیں کر سکتیں اور ایسا تسلسل نہیں ہے کہ جو زندگی میں جوش پیدا کرے اور جو زمین میں زلزلہ برپا کر دے جو بہادروں کو لرزا دے جو جابروں کے سروں سے تاج کو اتار دے جو گندے ہاتھوں سے قیادت چھین کر ایسے ہاتھوں کے سپرد کر دے جو ہاتھ زمین میں بلندی اور فساد برپا نہیں کرنا چاہتے۔ ایسا اقتدار اور تسلسل کیسے ممکن ہے کہ یہ انقلاب ہر دور میں جاری رہے اور یہ اقتدارِ حقیقی فقط اسی صورت میں ممکن ہے کہ جو شیعہ حضرات عشرہ اولِ محرم میں انجام دیتے ہیں کہ جو ہر

Presented by Ziaraat.com

خاص و عام کا ماتم، کالے لباس، ماتم اور زنجیر زنی کے دستے و حلقے ایسے ہی خونی ماتم یا جو بعض علاقوں میں اس واقعہ کربلا کی تمثیلی منظر کشی کی جاتی ہے تا کہ واقعۂ کربلا آنے والے ذہنوں میں نقش ہو جائے اور اس کو یاد رکھا جائے تا کہ امامِ حسین علیہ السلام کا انقلاب ہمیشہ زندہ رہے۔

کیونکہ امامِ حسین علیہ السلام کا انقلاب ایک عادی انقلاب نہیں تھا بلکہ ایک نادر قسم کا انقلاب تھا جو آپؑ نے برپا کیا تھا اور اس انقلاب کی وجہ سے امت اسلامیہ دوسری امتوں سے ممتاز ہو گئی ہے۔ اگر اس انقلاب کا کچھ حصہ بھی کسی دوسری امت کے پاس ہوتا تو وہ امت آج اس دنیا میں حکومت کرتی اور اتنی ترقی کرتی کہ پوری دنیا پر حکومت کرتی لیکن امتِ اسلامیہ نے اپنی نااہلی کی وجہ سے اس انقلاب سے وہ فائدہ نہیں اٹھایا جو اس سے حاصل کرنا ممکن تھا۔ لہٰذا واجب ہے کہ اس انقلاب کو اس کی اصلی شکل میں محفوظ رکھا جائے۔

کیونکہ دشمن بھی اس بات کو جانتا ہے کہ یہ انقلابِ امامِ حسین علیہ السلام وہ بہت بڑا پہاڑ ہے جو ان کے راستے میں کھڑا ہے اور یہ ہی وہ بہت بڑی دیوار ہے جو ان کے سامنے ہے جو اسلام کو نقصان نہیں پہنچانے دیتی لہٰذا دشمن کی خواہش ہے کہ کسی طریقے سے اس انقلاب سے لوگوں کو دور رکھا جائے لہٰذا وہ مختلف حربے اور طریقے استعمال کر رہے ہیں تا کہ لوگوں کو اس سے دور رکھا جائے اور ان میں سے ایک طریقہ یہ بھی اپنایا جا رہا ہے کہ چونکہ شعائرِ حسینیہ سے دشمن ہمارا مذاق اڑاتا ہے لہٰذا ان شعائر کو ایسے طریقے سے انجام نہیں دینا چاہیے۔ یہ رائے ان کی اس وجہ سے نہیں ہے کہ یہ ہمدردی کر رہے ہیں بلکہ ان کے اندر کی کیفیت اسی رائے سے منکشف ہو رہی ہے کہ وہ ان شعائر کو بند کروانا چاہتے ہیں۔ کیا ہم دشمن کے مذاق کے خوف سے ان شعائر کو ترک کر

Presented by Ziaraat.com

دیں؟ ان لوگوں سے میں سوال کرتا ہوں کیا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق دشمنوں نے نہیں اڑایا تھا؟ کیا یہ مذاق جو ہمارے ساتھ کیا جاتا ہے وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذاق سے زیادہ سخت ہے؟ تو جب رسولِ اعظم نے اس مذاق کو مدِ نظر رکھ کر اسلام کی تبلیغ کو نہیں چھوڑا جیسا کہ خود قرآن اس کے بارے میں بیان کرتا ہے۔ جیسا کہ منافقوں کی حالت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ۝ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝

''یہ منافق جب مومنین سے ملاقات کرتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں ہم ایمان لاچکے ہیں اور جب اپنے شیاطین سے ملاقات کرتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو مومنوں سے مذاق کرتے ہیں۔ اللہ بھی ان سے مذاق کرے گا اور انکی سرکشی بڑھا دیگا اور وہ بھٹکتے پھریں گے۔''[۱]

یا یہودی اذان کے ذریعے رسولِ خداؐ اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے اور مشرک سجدے کو لے کہ مذاق کرتے تھے لیکن اس مذاق سے مسلمانوں کے عزم میں کوئی فرق نہیں آیا تھا بلکہ وہ اس راہِ حق پر برقرار رہے اور انہوں نے باطل کی سازشوں سے کوئی اثر نہیں لیا یہاں تک کہ یہ تشیع ہمارے لئے محفوظ کر گئے۔

تشیع کے دشمنوں کے پاس پہلے دن سے ہی تشیع کے خلاف جنگ کے لئے عقلی اور برہانی اسلام نہیں رہا۔ انہوں نے ہمیشہ ہی ان کے خلاف جنگ کرنے میں سوائے

۱سورۃ بقرہ آیت ۱۴ تا ۱۵

Presented by Ziaraat.com

مذاق اڑانے کے کوئی اور کام نہیں کیا تھا اور یہ مذاق اڑانا یہ دشمنوں کا پرانا کام ہے اور تشیع اس سے کہیں بالا و برتر ہے کہ اس کو مذاق سے روکا جا سکے اور یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے جب کہ شیعوں کے ائمہؑ نے بڑی شجاعت کے ساتھ تشیع کو بلندی کے راستہ پر گامزن کیا ہے۔ حتیٰ کہ امامِ صادق علیہ السلام نے اپنے اس قول کے ذریعے ان کے حق میں دعا کی ہے:

اللّٰھُمَّ إِنَّ أَعْداءَنا عابُوا عَلَیھم بخُروجھم ، فَلم یَنْہِھم ذٰلِكَ عَنِ الشُّخوصِ إلینا خِلافاً مِنْھم عَلٰی مَنْ خالَفَنا ۔

خودرسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان لوگوں کے خلاف بددعا کی ہے جن لوگوں نے شعائرِ حسینیہ کا مذاق اڑایا ہے اور یہ اس حدیث میں درج ہے جس کو امیرالمومنین علیؑ نے نقل کیا ہے۔ آپ نے یوں فرمایا:

اِنَّ حُثَالَۃً مِنَ النَّاسِ یُعِیْرُوْنَ زُوَّارَ قُبُوْرِکُمْ کَمَا تُعِیْرُ اَلزَّانِیَۃُ بِزِنَاھَا ۔ اُولٰئِکَ شِرَارُ اُمَّتِی لَا اَنَا لَھُمُ اللّٰہُ شَفَاعَتِی یَوْمَ اَلْقِیَامَۃِ

"کچھ گھٹیا اور ذلیل قسم کے لوگ ہماری قبور کی زیارت کرنے والوں کو ایسے طعنے دیں گے جیسے زانی کو اس کے زنا کی وجہ سے طعنہ دیا جاتا ہے۔ یہ میری امت کے سب سے شریر ترین لوگ ہوں گے۔ قیامت کے دن خدا ان تک میری شفاعت نہیں پہنچائے گا۔"

لیکن جو لوگ شعائرِ حسینیہ کو برپا اور قائم کرتے ہیں ان کو ان مذاق کرنے والوں کا مذاق اس وقت تک نقصان و ضرر نہیں پہنچائے گا جب تک وہ یہ جانتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں اور ان کے مذاق اڑانے والے باطل پر ہیں۔ جب امامِ صادق علیہ السلام کے پاس

Presented by Ziaraat.com

ان مذاق اڑانے والوں کا شکوہ کیا گیا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا:

''خدا کی قسم یہ خطا پر ہیں اور خدا کے ثواب سے دور ہیں اور جوارِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی دور ہیں۔''

ذریح المحاربی نے امام علیہ السلام کی خدمت میں بیان کیا ہے کہ جب میں ان کے سامنے ابوعبداللہ علیہ السلام کی قبر کی زیارت کی فضیلت کو بیان کیا کرتا تو عزیز و اقارب نے میرا مذاق اڑاتے تو آپؑ نے فرمایا:

''اے ذریح !لوگوں کو چھوڑ دو وہ جہاں جانا چاہتے ہیں جائیں تم ہمارے ساتھ رہو۔''

اس مذاق کی کیا حقیقت و حیثیت ہے جب انسان جانتا ہو کہ میں حق پر ہوں؟ خود ان مذاق اڑانے والوں کی کیا حیثیت رہ جائے گی؟ اگر ان کی کوئی قیمت یا حیثیت ہوتی تو ان کو معلوم ہو جاتا یہ کیا فائدہ حاصل کر رہے ہیں اور دوسرے لوگ کیا فائدہ حاصل کر رہے ہیں لیکن ان کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ ان کا کوئی ہدف نہیں ان کا ہدف فقط و فقط اسلام و تشیع کے راستے میں رکاوٹ کھڑی کرنا ہے۔

اس کے خلاف ہمارا موقف شعائرِ حسینیہ کے بارے میں ایک ایسے قاعدۂ فکری و فطری پر مرکوز ہے کہ جس کا انکار ممکن نہیں ہے اور اس سے انحراف نہیں کیا جا سکتا۔ خواہ سارا عالم اس کے خلاف مظاہرے کرے۔

لہٰذا حق و صحیح یہ ہے کہ ہمیں دشمنوں کے اس مذاق کا جواب دینا چاہیے اور اس کو روکنا چاہیے۔ تو اس مذاق کو ہم کس طرح روک سکتے ہیں؟ کیا اس طریقے سے کہ ہم ان شعائر کو چھوڑ دیں؟ یا اس طرح سے کہ ہم ان کے مذاق کی پرواہ نہ کریں بلکہ اپنے ان مقدسات کی حفاظت کریں۔ کیا یہ ہمارے لئے جائز ہے کہ ہم وہ کام کریں جو یہ

Presented by Ziaraat.com

مذاق کرنے والے چاہتے ہیں یا وہ کام کریں جو ہمارے موقف سے سازگار رہے گا؟ کیا یہ صحیح ہے کہ ہم دشمن کا طاقتور انداز میں مقابلہ کرنے کے بجائے اس کے مذاق کی وجہ سے اسلام کو باطل کر دیں؟

جب سب سوالوں کا جواب یہی ہے کہ دشمنوں کو رسوا کیا جائے تا کہ اسلام کو باطل نہ کیا جائے تو پھر صرف دشمنوں کے مذاق سے ہم پریشان کیوں ہو جاتے ہیں؟ ہمارا موقف مضطر نہیں ہونا چاہیے۔ اور اگر دشمن ہمارے ائمہؑ سے زیادہ ثقہ ہیں تو پھر ہمیں سارا دین چھوڑ دینا چاہیے اور اگر ہم دشمنوں کے بجائے ائمہؑ پر زیادہ ایمان رکھتے ہیں تو پھر ہم دشمنوں کی اتباع کیوں کرتے ہیں؟ ائمہؑ کی مقالمیات کی اتباع کیوں نہیں کرتے؟

یہ سب کچھ عرض کرنے کے بعد ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم یہ جان لیں کہ ہمارا دشمن ہماری تاک میں رہتا ہے۔ پس وہ اپنے باطل کو پھیلانا چاہتا ہے اور اپنے باطل کو مزین کر کے پیش کرتا ہے اور عظائم کا مذاق اڑاتا ہے تا کہ ہم اس کے مذاق کی وجہ سے عظائم کو چھوڑ دیں اور اس کے باطل کو اپنا لیں اور دشمن جب کسی عظیم کا مذاق اڑاتا ہے تو حقیقت میں اپنی عقل کا مذاق اڑاتا ہے اور دشمن کبھی بھی کسی کمزور چیز کا مذاق نہیں اڑاتا بلکہ ہمیشہ قوی چیز کا مذاق اڑاتا ہے کیونکہ وہ اس کا مقابلہ دلیل سے نہیں کر سکتا۔

حقیقت میں شعائرِ حسینیہ جو انقلابِ امامِ حسین علیہ السلام کی تسلسل کی ایک صورت ہے یہ ہی نہیں بلکہ ہمارے شہروں کے دشمن کے اہداف کے لئے نقصان دہ ہے۔ یہ طبیعی ہے کہ دشمن ہزار ہزار طریقے اور واجب اور مستحب سے اس کا مقابلہ کرے گا لیکن یہ دشمن کا ارادہ ہمارے ہاتھوں کو نہ روکے بلکہ ہمارا ارادہ اس کے مقابلے میں قوی ہونا

Presented by Ziaraat.com

چاہیےاوراس سے زیادہ مضبوط ہونا چاہیے تا کہ ہم اس کے ارادے کو شکست دے سکیں۔

پس ہم پر واجب ہے کہ ہم اس کے اس ارادے کو فاش کریں اور اس کو ناکام کریں اوراس کا مقابلہ کریں۔ایک تو اس وجہ سے کہ انقلابِ امامِ حسین علیہ السلام کی حفاظت کرنا واجب ہے کہ یہ انقلاب ہمارا ہے، ہماری شہ رگ ہے اور دوسرا اس وجہ سے کہ انقلابِ امامؑ اسلام کا مستقبل ہے۔کیونکہ یہ انقلاب ہی دشمن کے سراب کی حقیقت کو واضح وآشکار کرتا ہے لہٰذا ہمیں اس انقلاب کی حفاظت کرنا ہے اوراس کی حفاظت شعائرِ حسینیہ کی حفاظت سے ہی ممکن ہے لہٰذا شعائرِ حسینیہ کو قائم رکھیں۔

Presented by Ziaraat.com

شعائرِ حسینیہ رجحان رکھتے ہیں

استعمار کھل کر شعائرِ حسینیہ پر حملہ کرنے کے لئے سامنے آ گیا ہے اور یہ طبیعی ہے کہ وہ اپنے منصوبے میں ناکام ہوگا کیونکہ مسلمان خواہ کسی بھی گروہ سے تعلق رکھتا ہوگا وہ صراحتاً مشرکوں سے اپنا دین حاصل نہیں کرے گا لہٰذا استعمار نے مسلمانوں میں سے جو گمراہ جماعتیں اور گروہ ہیں ان کو اپنا نمائندہ قرار دیا ہے تاکہ وہ اسلام میں نفوذ حاصل کریں اور اسلام کے عظیم بدن کے اعضا میں سرطان کو پھیلا سکیں۔ پس زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں مختلف قسم کے منحرف گروہ وجود میں آ رہے ہیں اور مختلف تحریکیں اور نظریے کے لوگ سامنے لائے جا رہے ہیں تاکہ استعمار ان گروہوں اور تحریکوں کے ذریعے مسلمانوں میں اپنے افکار اور نظریات کو نشر کر سکے لہٰذا اس کی ہر ممکن کوشش ہے کہ ہر چیز سے پہلے وہ ان اسلام کے نام پر قائم جماعتوں اور تحریکوں اور گروہوں میں اپنا نفوذ حاصل کر رہا ہے کیونکہ یہ جماعتیں اور اسلامی تحریکیں ہی مستعمرین اور ان کارندوں کی نسبت زیادہ قدر رکھتی ہیں کہ وہ اسلام کی طبیعت اور اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کر سکتی ہیں۔

پس ان تحریکوں اور جماعتوں نے اور گروہوں نے شعائرِ حسینیہ کے خلاف علمِ بغاوت اٹھایا ہے اور اس میں وہ ایک دوسرے کی مدد بھی کر رہے ہیں اور ان تمام جماعتوں کی فکر کا مرکزِ فکر استعمار کو آگے لے کر چلنا ہے اور استعمار کے اہداف کو پورا

Presented by Ziaraat.com

کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔اگر چہ اپنے آپ کو اسلام اور مسلمانوں کے لئے مخلص ظاہر کرتے ہیں لیکن ان کا مقصد ہمیشہ یہی رہا ہے کہ اس قسم کا واسطہ درمیان میں رہے جس سے استعمار شعائرِ حسینیہ تک رسائی حاصل کرے اور یاد رکھو یہ شر ہے کبھی بھی اچھائی اور خیر کا نتیجہ نہیں حاصل کیا جا سکتا۔اگر چہ یہ ایک غیر طبیعی، فطری اور غیر متوقع ہے کہ ان آرا کی موجودگی میں ان کا آپس میں اتفاق ہونا لیکن ہو رہا ہے۔یہ استعمار کے عمال اور کارندے اور یہ جماعتیں نیک لوگوں کو دھوکہ دے رہی ہیں اور ان کے اذہان میں یہ ڈالا جا رہا ہے کہ شعائرِ حسینیہ حرام ہیں۔ان جماعتوں اور ان کے کارندوں نے اپنا تکیہ کلام بنا لیا ہے کہ شعائرِ حسینیہ حرام ہیں اور زبان زدعام ہو چکا ہے حتیٰ کہ جن کو کسی چیز کا علم نہیں ہے حتیٰ کہ حلال وحرام کا علم نہیں وہ بھی یہی کہتے نظر آتے ہیں کہ شعائرِ حسینیہ حرام ہیں اور ان کے کچھ خطیب بھی ہیں جو بڑی چرب لسانی کے ساتھ دن رات یہی واویلا کرتے پھر رہے ہیں کہ شعائرِ حسینیہ حرام ہیں اور ان کے اس کام نے مسلمانوں میں شک سے اوپر کی کیفیت کو پیدا کرنا شروع کر دیا ہے اور ان میں فطری طور پر ایک سوال پیدا ہونا شروع ہو گا اور ہر بندہ سوال کرے گا کہ یہ کیوں کرتے ہیں جب کہ حرام ہے؟

حالانکہ اگر استعمار کے کارندوں کا فقط مقصد یہی ہے کہ محرمات کو روکا جائے اور اسلام کی حفاظت کی جائے تو ان کو چاہیے کہ ایسے محرمات جن پر تمام مسلمانوں کی طرف سے حرام ہونے پر اتفاق ہے ان کو روکنے کی کوشش کریں اور میدان میں ان کو روکنے کے لئے اتریں۔ان کے لئے میدان میں کیوں نہیں آتے؟

اگر چہ شعائرِ حسینیہ شروع سے ہی اسلام میں ہیں اور ایک پیچیدہ مسئلہ ہیں اور اس سے قبل ہمارے اجداد اس سے بھی زیادہ اور اجتماعی طور پر شعائرِ حسینیہ کو قائم کرتے

Presented by Ziaraat.com

تھے اس وقت کسی نے اس کے خلاف آواز نہیں اٹھائی۔ اب اس دور میں ہمارے شعائرِ حسینیہ بدعت کیوں ہو گئے ہیں؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اس پر ابتدا ہی میں حکم لگا یا جائے یا تم اب پیدا ہوئے ہو اور تم نے آج شعائرِ حسینیہ کو بر پا ہوتے دیکھا ہے اور تم اس کا انکار کر رہے ہو؟ یا آج استعمار نے تم کو متحرک کیا ہے اور تم متحرک ہو گئے ہو اور خالق حقیقی کی خوشنودی کے بجائے استعمار اور بدترین مخلوق کی خوشنودی کے خریدار ہو گئے ہو؟

اگر تم اپنی دعوت میں مخلص ہو جیسا کہ تم اس کا مظاہرہ بھی کر رہے ہو تو پھر تم نے اپنی گذشتہ زندگی کے اعمال کو ضائع کیوں کیا ہے جواب تم نے شعائرِ حسینیہ کے خلاف جنگ شروع کر دی ہے۔ یا یہ ہے کہ تم نے ایک اہم کو پالیا ہے اور دوسرے اہم کو چھوڑ دیا بلکہ اس کے خلاف جنگ شروع کر دی ہے یا تم سے یہ سب کچھ استعمار نے کہا ہے کہ تم شعائرِ حسینیہ کے خلاف اس طرح کہو۔ لہٰذا تم کیوں ان کے کارندوں کے تابع ہو گئے ہو اور کیوں شعائرِ حسینیہ کے خلاف جنگ کر کے اپنے آپ کو آلودہ کر رہے ہو؟

حالانکہ یہ تمہارے دین دار کارندے خود ان میں سے تھے جو شعائرِ حسینیہ کو قائم کرتے تھے اور اس کے لئے کوشش کر کے اس کا دفاع کرتے تھے۔ پھر یہ اچانک پھر گئے ہیں اور شعائرِ حسینیہ کے خلاف جنگ شروع کر دی ہے اور اپنی تمام طاقت اس کے خلاف استعمال کر رہے ہیں حالانکہ ان پر کوئی قرآنی آیت نازل نہیں ہوئی اور نہ ہی ان کے پاس کوئی جدید نبی آیا ہے کہ جس نے سابقہ نبی کی شریعت کو منسوخ کر دیا ہو۔

میں ان تمام استعمار کے کارندوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے اعمالِ سابقہ کی طرف واپس آ جائیں اور استعمار کی خدمت کو ترک کر دیں اور شعائرِ حسینیہ کی مخالفت

Presented by Ziaraat.com

چھوڑ دیں اور امامِ حسین علیہ السلام اور ان کے والدؑ اور ناناؐ کو قیامت کے دن اپنا مخالف و مقابل قرار نہ دیں۔ محشر کے دن ان کے سامنے کس منہ سے جائیں گے؟

یاد رکھو تم بلکہ تمام وہ مخلوق جو اس زمین پر ہے وہ بھی تمہارے ساتھ مل کر شعائرِ حسینیہ کے خلاف جنگ کرے تب بھی تم ناکام رہو گے۔ منہ کی کھاؤ گے لیکن حسین علیہ السلام اور ان کی برحق دعوت اور یہ شعائرِ حسینیہ روز بروز ان میں وسعت آئے گی اور یہ برپا ہوتے رہیں گی کیونکہ تم یزید سے زیادہ طاقتور نہیں ہو۔ یہ وہ ملعون تھا جس نے امامِ حسین علیہ السلام کے مقابل میں تیس ہزار کی فوج روانہ کر دی اور یہ وہ ملعون تھے جو سب کے سب امامِ حسین علیہ السلام کے خون سے خدا کا تقرب حاصل کرنا چاہتے تھے۔ پس انہوں نے امامِ حسین علیہ السلام پر غارت گری کی۔ یزید اور اموی حکومتوں نے مل کر حسین علیہ السلام کے خلاف غارت گری کی اور خود امامِ حسین علیہ السلام کی قبرِ اطہر پر جو روضۂ مبارک تھا وہ شہید کر دیا اور اپنے خطبا مقرر کر دیئے جو امامؑ پر اپنی زبان سے غارت گری کرتے رہے اور ہر راستے پر انہوں نے چوکیاں مقرر کر دیں تاکہ کوئی اس کی طرف نہ جائے لیکن تب بھی وہ ناکام رہے اور شعائرِ حسینیہ کامیاب رہے۔ ایسے ہی تم بھی ناکام رہو گے اور شعائرِ حسینیہ کامیاب رہیں گے۔

یہ ساری بحث اجماعی نقطۂ نظر سے تھی۔ لیکن شرعی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو شعائرِ حسینیہ بدعت نہیں ہیں جیسا کہ لوگ اس کے بارے میں بیان کرتے ہیں بلکہ اس کے برعکس شعائرِ حسینیہ کو حرام قرار دینا بدعت ہے اور غیر شرعی حکم ہے، جس کی شرع میں کوئی دلیل نہیں ہے اور قرآنِ مجید جو خدا کی لاریب کتاب ہے اس میں بھی اس کی حرمت پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

دین میں بدعت کہ جس پر بنیاد رکھنے والے کے لئے بہت سخت عذاب کا وعدہ کیا

Presented by Ziaraat.com

گیا ہے اس سے فقط یہ مراد ہے کہ شارعِ مقدس کی طرف کسی حکم کی نسبت دینا کہ جس پر کوئی دلیلِ شرعی موجود نہ ہو۔ اس مفہوم کے تحت شعائرِ حسینیہ کی حرمت کا حکم لگانا اسی زمرے میں داخل ہے کہ ایک ایسے حکم کو شارعِ مقدس کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے کہ جس پر کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے۔ پس یہ حرمت کا فتویٰ بدعت ہے۔

قرآنِ مجید نے بدعت سے اس قدر سختی سے منع کیا ہے اس کی مثال کسی اور حرام کے بارے میں نہیں ملتی۔ پس قرآنِ مجید نے نبی اکرمؐ کو کسی کنیت سے یاد کرنے سے منع کیا ہے اور پسند نہیں کیا کہ عام لوگوں کی طرح نبیؐ کو پکارا جائے۔ اس کے بارے میں بیان کیا:

(مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ)

''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں ہے لیکن یہ اللہ کا رسول ہے اور خاتم الانبیا ہے۔''

لہٰذا تم ان کو کسی مرد کی نسبت سے یاد مت کرو۔ پھر خدا نے مومنین کو نبی پر درود و سلام کا حکم دیتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:

(إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا)

''یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی اکرمؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود و سلام اس انداز میں بھیجو کہ جیسے حق ہے۔''

جو خدا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام نازل کرتا ہے اور دوسروں کو بھی حکم دیتا ہے اور پھر وہ برداشت نہیں کرتا کوئی اس کو عام مردوں کی مانند کنیت سے پکارے۔ یہ اس

Presented by Ziaraat.com

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وبزرگی کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ قرآن خود نبی اکرمؐ کو ایسی دھمکی دے رہا ہے جو بہت سخت ہے اور جس کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زندگی میں قرآن سے سن رہے ہیں۔ جب بعض لوگوں نے آپؐ کو احکامِ خدا میں کوئی چیز فراموش کرانے کی کوشش کی یا خدا پر افترا باندھنے کی کوشش کی تو خدا نے فرمایا:

وَإِن كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهُ ۖ وَإِذًا لَّاتَّخَذُوكَ خَلِيلًا ۝ وَلَوْلَا أَن ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدتَّ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ۝ إِذًا لَّأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا۱ ۝

"یہ ظالم لوگ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ آپؐ کو ہماری نازل کردہ وحی سے ہٹا کر دوسری باتوں کے افترا پر آمادہ کردیں اوراس طرح یہ آپؐ کو اپنا دوست بنا لیتے اور اگر ہماری توفیقِ خاص آپ کے شاملِ حال نہ ہوتی جس نے آپؐ کو ثابت قدم رکھا تو آپؐ (بشری طور پر) کچھ نہ کچھ ان کی طرف مائل ضرور ہو جاتے پھر آپؐ کو دنیا اور آخرت میں دوہرا مزہ چکھاتے اور آپؐ ہمارے مقابل میں کوئی مددگار نہ پاتے۔"۱

اتنی سخت دھمکی اور وہ بھی اسی نبیؐ کے لئے جس پر خود درود ورحمت نازل کرتا ہے!

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۝ فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ

(۱) سورۃ بنی اسرائیل: آیت: 73 تا 75۔

Presented by Ziaraat.com

''اور اگر یہ نبیؐ ہماری طرف سے کوئی بات گڑھ لیتا تو ہم اس کے ہاتھ کو پکڑ لیتے اور پھر اس کی گردن اڑا دیتے پھر تم میں سے کوئی ہمیں روکنے والا نہ ہوتا۔''

قرآنِ مجید کا رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر سخت دھمکی دینا یہ فقط بدعت سے روکنے کے لئے ہے اور اس دھمکی سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ بدعت کا جرم کس قدر بڑا ہے اور اس کی سزا کتنی بڑی ہے۔ جیسا کہ ان آیات نے بدعت کی جو تعریف کی ہے وہ یہ ہے کہ خدا پر افترا اور جھوٹ تھوپنا۔

جب تک یہ آیات قرآنِ مجید میں موجود رہیں گی اس وقت تک بدعت کی حد بندی ہوتی رہے گی نیز یہ آیات بدعت کے جرم اور اس کی سزا کی عظمت و بزرگی کو بیان کرتی رہیں گی۔

اگر کوئی کسی چیز کو واجب قرار دے اور اس پر کوئی معتبر دلیلِ شرعی موجود نہ ہو جو اس کے وجوب کو ثابت کرے تو اس نے بدعت کی بنیاد رکھی ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ فلاں چیز حرام ہے اور اس کی حرمت پر دلالت کرنے والی کوئی معتبر شرعی دلیل اس کے پاس موجود نہ ہو تو اس نے بدعت کی بنیاد رکھی ہے۔ ایسا ہی استحباب اور کراہیت کے بارے میں ہے۔ اب جبکہ یہ بات روشن ہوگئی ہے تو اب ہم ان اقوال کو نقل کرتے ہیں جو شعائرِ حسینیہ کو حرام قرار دیتے ہیں تاکہ یہ واضح و روشن ہو جائے کہ یہ بدعت کے واضح و روشن مصادیق ہیں یا نہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جو اولاً معصومین علیہم السلام سے ہمارے پاس آئی ہیں ان میں سے کوئی ایک دلیل موجود نہیں جو یہ بیان کرتی ہو کہ شعائرِ حسینیہ حرام ہیں۔ ایسے ہی کوئی دلیل موجود نہیں جو بیان کرتی ہو غمِ امامِ حسین علیہ السلام میں ماتم کرنا حرام ہے۔ یا کالا لباس پہننا

Presented by Ziaraat.com

حرام ہے یا خونی ماتم کرنا حرام ہے۔ پس جب تک یہ لوگ ان چیزوں کو حرام قرار دیتے رہیں گے جب ان کے پاس ان کی حرمت پر کوئی معتبر دلیلِ شرعی موجود نہیں تو یہ خدا پر افترا اور جھوٹ تھوپنے کے زمرے میں آتا رہے گا اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ سب دین میں بدعت گزاری کر رہے ہیں۔

حق وحقیقت یہ ہے کہ اولاً شریعت شعائرِ حسینیہ کے بارے میں خاموش نہیں ہے کہ یہ بدعت گزار لوگ خدا پر افترا اور جھوٹ کی نسبت دیں بلکہ ان ادلہ سے واضح اور روشن چیز جو ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ شعائرِ حسینیہ حکمِ اولیٰ کے تحت مباح اور حکمِ ثانوی کے تحت مستحب ہیں۔

طبعِ اول یا حکمِ اولیٰ کے تحت یہ مباح ہیں۔ اس کی اباحت کو اصالت الاباحتِ عقلی وشرعی دونوں بیان کرتی ہیں کیونکہ تمام احکامِ شرعی جو ہیں ان کی پانچ اقسام ہیں۔

۱۔وجوب ۲۔حرمت ۳۔استحباب ۴۔کراہت ۵۔اباہت

یہ احکامِ خمسہ ہیں اور بندوں کے تمام افعال اور تمام اقوال کو یہی احکام شامل ہیں بلکہ تمام وہ چیزیں جن کا تعلق بندوں سے ہے ان کو یہ احکام شامل ہیں۔ پس جو بھی خواہ وہ فعل انسان ہو یا قولِ انسان ہو یا کوئی اور چیز جس کا تعلق انسان سے ہے وہ ان پانچ احکام سے باہر نہیں ہے۔ وہ ان میں سے کسی ایک حکم کے تحت محکوم ہو گی کیونکہ شارعِ مقدس نے کوئی فعل وقول یا چیز نہیں چھوڑی کہ جس کا حکم بیان نہ کیا ہو اور وہ احکام بندوں کو بیان نہ کئے ہوں۔ خواہ وہ ادلہ عامہ کے تحت ہی کیوں نہ ہو (کہ جن کی تفصیل فقہ میں ذکر ہوئی ہے)۔

پس ہر وہ چیز جس کے بارے میں کوئی حکم ان احکام سے نہ ملے وہ مباح ہو گی اور اس کی اباحت کو ادلہ اربعہ (قرآن، سنت، اجماع اور عقل) بیان کرتی ہیں۔

Presented by Ziaraat.com

قرآن:

قرآن کی وہ آیات جو اس کی اباحت پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے ایک آیت ہے:

(لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا)

”خدا نے کسی نفس کو اس کی تکلیف نہیں دی مگر وہ یہ کہ اس کو بیان کیا۔“

دوسری آیت:

(وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِینَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُولًا)

”اور ہم ان کو عذاب نہیں کریں گے مگر یہ کہ ان میں ایک ایک رسول مبعوث کریں۔“

اور ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

(وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتّٰی یُبَیِّنَ لَهُمْ مَا یَتَّقُونَ)

”اور خدا کسی قوم کو گمراہ نہیں کرتا بعد از کہ ان کی ہدایت کرتا ہے یہاں تک ان کے لئے وہ چیزیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ متقی بن جائیں۔“

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

(لِیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَیِّنَةٍ وَیَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْ بَیِّنَةٍ)

”جو ہلاک ہوگا وہ بھی بینہ کے تحت اور جو ہدایت پائے گا وہ بھی بینہ کے تحت۔“

ان تمام آیاتِ قرآنی کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا اس چیز پر

Presented by Ziaraat.com

مواخذہ نہیں کرے گا جس کو بیان نہ کر چکا ہو۔ یہ عدم بیان اباحت کو بیان کرتا ہے۔

سنت:

سنتِ نبویؐ میں سے بھی بہت زیادہ روایات اس کو بیان کرتی ہیں۔ ان میں سے ایک حدیثِ نبویؐ یہ ہے جس میں آپؐ نے ارشاد فرمایا:

(رُفِعَ عَنْ اُمَّتِي تِسعَتُهُ... مَا لَا يَعْلَمُوْنَ)

''میری امت سے نو چیزوں کو اٹھا لیا گیا ہے (ان میں سے ایک وہ چیز ہے) جس کے بارے میں وہ نہیں جانتے۔''

اور ان میں سے ایک وہ روایت ہے جس کو غوالی اللئالی نے حضرتِ امامِ صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

(كُلُّ شَيْءٍ مُطْلَقٌ حَتّٰى يَرِدَ فِيْهِ نَهْيٌ)

''ہر چیز تیرے لئے مباح ہے جب تک اس کے بارے میں کوئی نہی (روک) وارد نہ ہو جائے۔''

ایک اور روایت ہے جس کو شیخ نے امالی میں حضرتِ امام ابو عبداللہ علیہ السلام سے نقل کیا ہے جس میں آپؐ نے ارشاد فرمایا:

(اَلاَشْيَاءُ مُطْلَقَةٌ مَا لَمْ يَرِدْ فِيْهِ اَمْرٌ اَوْ نَهْيٌ)

''تمام چیزیں مباح ہیں جب تک ان میں کوئی امر یا نہی وارد نہ ہو جائے۔''

یا دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

(كُلُّ شَيْءٍ يَكُوْنُ فِيْهِ حَلَالٌ وَ حَرَامٌ فَهُوَلَكَ حَلَالٌ اَبَداً مَا لَمْ تَعْرِفِ الْحَرَامَ مِنْهُ بِعَيْنِهٖ فَتَدَعَهُ)

Presented by Ziaraat.com

''ہر وہ چیز جس میں حلال اور حرام دونوں کے ہونے کا امکان ہے وہ تیرے لئے حلال ہے جب تک تیرے لئے معین نہ ہو جائے کہ وہ حرام ہے تب وہ حرام ہے پھر اس کو چھوڑ دے۔''

ایسے ہی تہذیب میں ابن محبوب نے حضرتِ ابو عبداللہ علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔

(کُلُّ شَیْءٍ فِیْهِ حَلَالٌ وَ حَرَامٌ فَهُوَلَكَ حَلَالٌ اَبَداً مَالَمْ تَعْرِفِ الْحَرَامَ مِنْهُ بِعَیْنِهٖ فَتَدَعَهٗ)

ایسے ہی شہیدِ ثانی نے اپنی کتاب ذکریٰ میں امامِ صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

(کُلُّ شَیْءٍ لَكَ حَلَالٌ حَتّٰی تَعْرِفَ اَنَّهٗ حَرَامٌ بِعَیْنِهٖ فَتَدَعَهٗ مِنْ قِبَلِ نَفْسِكَ)

اس کی مثال کپڑے کی مثال ہے جو تیرے اوپر ہے جس کو تو نے خریدا ہے جبکہ اس کے بارے میں احتمال ہو کہ وہ چوری کا ہے۔ ایسے ہی وہ غلام جو تیرے پاس ہے اس کے بارے میں احتمال ہے کہ شاید یہ آزاد تھا جس نے اپنے آپ کو فروخت کر دیا ہے یا اس کو دھوکے کے ساتھ فروخت کیا گیا ہے۔ یا اسے زبردستی فروخت کیا گیا ہے۔

ایسے ہی ایک عورت کسی شخص کے پاس ہے اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اس کی بہن ہو، خواہ نسبی یا رضاعی۔ یہ تمام ایسے ہی احتمال موجود ہیں۔

جب تک تیرے لئے واضح و روشن نہ ہو جائے جو اس کا غیر ہے، یا اس کے علاوہ ہر ادلہ قائم ہو جائیں۔

اس کے علاوہ ایک مشہور حدیث میں ذکر ہوا ہے:

(مَا حَجَبَ اللّٰهُ عِلْمَهٗ عَنِ الْعِبَادِ فَهُوَ مَوْضُوْعٌ عَنْهُمْ)

Presented by Ziaraat.com

"ہر وہ چیز جس کا علم اللہ نے بندوں کو نہیں دیا ان سے اس کا حکم اٹھالیا گیا ہے۔"

بعض روایات میں ذکر ہوا ہے:

(اَلنَّاسُ فِيْ سِعَةٍ مَالَا يَعْلَمُوْنَ)

"انسان جس کو جانتے نہیں اس کے بارے میں وہ وسعت میں ہیں۔ یا ایک اور مقام پر ذکر ہوا ہے"

(اَيُّمَا اِمْرَءٌ رَكِبَ اِمْرَءً بِجَهَالَةٍ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ)

''جو شخص کسی چیز کو جہالت کی وجہ سے انجام دے اس پر کوئی چیز نہیں ہے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

(اِنَّ اللّٰهَ يَحْتَجُّ عَلَى الْعِبَادِ بِمَا آتَاهُمْ وَعَرَّفَهُمْ)

''یقیناً اللہ اپنے بندوں پر اس چیز پر احتیاج کرے گا جو وہ ان کو عطا کرے گا اور جسکی ان کو معرفت عطا کرے گا۔''

ان تمام احادیث کا اتفاق ہے کہ وہ چیز جس پر شارعِ مقدس کی طرف سے نہی وارد نہیں ہوئی اس میں اصل اباحت ہے اور یہ اصل تمام چیزوں میں جاری ہے جس کے بارے میں بندوں کے پاس کوئی حکمِ الزامی وارد نہیں ہوا۔

اجماع:

دلیلِ سوم اجماع ہے جو اس کی اباحت پر دلالت کرتا ہے۔ اصولیین اور اکثر اخباری علما کا بھی اس پر اتفاق ہے کہ جس چیز کے بارے میں کوئی امر یا نہی وارد نہیں ہوا وہ مباح ہے۔ خواہ وہ امر و نہی عقلی ہوں یا شرعی۔

Presented by Ziaraat.com

عقل:

عقل کا متفقہ فیصلہ ہے کہ بغیر بیان کے عقاب کرنا قبیح ہے اور خدا سے قبیح صادر نہیں ہوسکتا۔ پس اصالت الاباحت تمام ان چیزوں میں نافذ و جاری ہوگی جن میں کوئی حکمِ الزامی خواہ عقلی یا شرعی وارد نہ ہوا ہو تو شعائرِ حسینیہ بھی ان چیزوں میں سے ہیں کہ جن کا کوئی حکمِ الزامی وارد نہیں ہوا پس اصلِ اباحت اس کو بھی شامل ہے۔ پس جو شخص ان شعائر کو حرام قرار دے گا گویا وہ خود بدعت کا مرتکب ہوا ہے اور اس نے اس اصل کے معتبر ہونے کا انکار کیا ہے۔

یہاں پر ان لوگوں نے ایک اور دعویٰ کیا ہے جو صراحتہً باطل ہے اور وہ یہ ہے کہ خونی ماتم اور کمر پر زنجیر مارنا یہ مضرِ صحت ہیں۔ اور ہر وہ چیز جو صحت کے لئے ضرر رساں ہو وہ حرام ہے۔ پس یہ حرام ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے:

اولاً:

شعائرِ حسینیہ صحت کے لئے ضرر رساں نہیں ہیں۔ خونی ماتم جو سر پر کیا جاتا ہے اس میں فقط معمولی سا سر زخمی کیا جاتا ہے اور اس سے خون جاری ہوتا ہے یا کمر پر معمولی زخم آتا ہے اور خون جاری ہوتا ہے اور اس کیفیت سے خون کا جاری ہونا یہ نا صرف مضرِ صحت نہیں ہے بلکہ بعض اوقات فائدہ مند بھی ہوجاتا ہے جیسا کہ انسان حجام سے زخم کرواتا ہے یا نصد کرواتا ہے تاکہ گندا خون باہر نکل جائے۔

ایسے ہی کمر پر یا کاندھے پر زنجیر مارنا بھی نقصان دہ نہیں ہے بلکہ یہ تو جلد کو مضبوط کرتا ہے تو یہ بھی نقصان دہ نہیں لہٰذا یہ بھی حرمت کے زمرہ میں نہیں آتا۔

بہر حال اگر ان شعائرِ حسینیہ میں سے کوئی شخص جان بوجھ کر ایک ایسی ضرب لگاتا

Presented by Ziaraat.com

ہے کہ جو انسان کی ہلاکت کا سبب بنے یا کسی عضو کے ناکارہ ہونے کا موجب ہو تو یہ خود اس شخص کے لئے حرام ہے فقط۔ یہ ایک دوسرے عنوان میں شامل و داخل ہو جائے گا لیکن عنوانِ اول کے لئے یہ مؤثر نہیں ہو گا۔ یہ عنوانِ ثانوی حدودِ بحث موضوع نہیں ہے کیونکہ ہر وہ چیز جو صحت کے لئے نقصان دہ ہے وہ حرام ہو جائے گی۔ خواہ وہ عنوانِ اول میں واجب ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً روزہ یا حج ہے کیا اس سے واضح ہو جائے گا کہ اصلِ روزہ حرام ہے کیونکہ یہ ضرر رساں ہے؟

ثانیاً:

اس ضرر کا تحمل کرنا عقلاً و شرعاً حرام ہے جس کا کوئی عقلی یا شرعی ہدف نہ ہو۔ لیکن اگر کوئی انسان ایسی مشقت برداشت کرتا ہے کہ جس پر عقلی دلیل موجود ہے تو وہ حرام نہیں ہے جیسا کہ زاہد لوگ ایسی ایسی مشقت برداشت کرتے ہیں جن سے وہ اپنے قواہ کو روکتے ہیں یا ایسا شخص جو کام سے ہی وزنی کام کرتا ہے تو یہ حرام نہیں ہے۔

ثالثاً:

شریعت میں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں جو یہ بیان کرے کہ ہر وہ چیز جو صحت کے لئے ضرر رساں ہے وہ حرام ہے تا کہ اس کے عموم سے اس مورد میں تمسک کیا جائے اور جو چیز اس باب میں پائی جاتی ہے وہ فقط یہ آیت ہے:

(وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ)

''اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔''

یا احادیث کا پورا گروہ ہے جو بیان کرتا ہے کہ جان کا ہلاک کرنا یا کسی عضو کو ناکارہ کرنا حرام ہے۔

Presented by Ziaraat.com

اس میں کوئی مناقشہ نہیں ہے کہ جان کو ہلاک کرنا یا عضو کو ناکارہ کرنا حرام ہے۔ لہٰذا جو خودکشی کرے یا اپنے کسی عضو کو ناکارہ کرے اس نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے لیکن ہر مضرِ صحت جان کو ضائع کرنے کے عنوان میں داخل نہیں ہوتا۔

حدیثِ نبویؐ جس میں ارشادِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ:

لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِي الْإِسْلَامِ

''اسلام میں ضرر یہ احکام نہیں ہیں۔''

اسلام میں اپنے آپ کو اور دوسروں کو ضرر رسانی جائز نہیں ہے۔

پہلا جواب:

اس کا جواب اولاً تو یہ ہے کہ یہ حدیث مختص ہے ان احکام کے ساتھ جو مورد ضرر میں صادر نہیں ہوتے۔ مثلاً جہاد' حج' ختنہ کرنا' خمس دینا' زکوٰۃ ادا کرنا یا انسان کا اپنے آپ کو حدود الٰہی کے اجرا کے لئے پیش کرنا، مثلاً قصاص وتعزیرات' یا مصائب پر صبر کرنا یا انسان اخلاق رزیلہ کو دور کرنے کے لئے اپنے اوپر جبر کرنا یا عورت کا حمل ولادت کی زحمت برداشت کرنا ان کو یہ حدیث شامل نہیں ہے۔

دوسرا جواب:

یہ حدیثِ مبارک جو بیان کر رہی ہے کہ احکامِ ضرر یہ اسلام میں نہیں ہیں اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ تحملِ ضرر مطلقاً حرام ہے لہٰذا اگر کوئی بندہ یہ نذر کر لیتا ہے کہ سوائے ان دونوں کہ جن میں روزہ رکھنا حرام ہے باقی سال کے دنوں میں روزے رکھوں گا یہ حرام نہیں ہے یا منبد کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ باوضو رہے گا یا تمام نوافل کو اپنے لئے لازم قرار دیتا ہے یا حج وعمرہ یا مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کی طرف پیدل جانے کی نذر کرتا

Presented by Ziaraat.com

ہے۔ یا نذر کرتا ہے کہ سال کی تمام راتوں میں راتوں کو عبادت کے لئے شب بیداری کروں گا۔ یہ تحمل ضرر ہے اور سب اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔

ان سب کے باوجود وہ ادلہ موجود ہیں جو بیان کرتی ہیں کہ خود معصومین اپنے اوپر ضرر کے متحمل ہوتے تھے اور دوسروں کے لئے ضرر کو برداشت کرتے تھے۔

پس حضرتِ آدم علیہ السلام جنت کے فراق کے لئے روتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے رخساروں پر آنسوؤں کے جاری رہنے کی وجہ سے زخم ہو گئے تھے۔

ایسے ہی حضرتِ یعقوب بن اسحاق علیہ السلام اپنے فرزند یوسف علیہ السلام کے فراق میں اس قدر روئے کہ لوگوں نے آپؑ سے کہنا شروع کر دیا:

تَاللّٰهِ تَفْتَأُ تَذْكُرُ يُوسُفَ حَتّٰى تَكُونَ حَرَضًا أَوْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ

''خدا کی قسم یہ یوسف کی یاد کو فراموش نہیں کریں گے یہاں تک کہ اپنے آپ کو مریض کر لیں گے یا پھر یہ ہلاک ہو جائیں گے۔'' ۱

حتیٰ کہ خود خدا نے بھی فرمایا:

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفٰى عَلٰى يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ

''یہ کہہ کر سب نے منہ موڑ لیا اور کہا کہ افسوس ہے کہ یوسف کے حال پر اتنا روئے کہ آنکھیں سفید ہو گئیں اور غم کے گھونٹ پیتے رہے۔'' ۲

ایسے روایات میں ذکر ہوا ہے کہ حضرتِ یحییٰ علیہ السلام خوفِ خدا میں اس قدر روتے

---

(۱)۔ سورۃ یوسف: آیت ۸۵۔

(۲) سورۃ یوسف: آیت: ۸۴۔

Presented by Ziaraat.com

تھے کہ ان کے رخسار آنسوؤں کے جاری رہنے کی وجہ سے زخمی ہو جاتے اور پھر ان کی والدہ ان زخموں پر روئی رکھا کرتی تھیں۔

ایسے ہی حضرتِ شعیب علیہ السلام کے بارے میں وارد ہوا ہے کہ آپؑ محبتِ خدا اور خوفِ خدا میں اس قدر گریہ کرتے تھے کہ اندھے ہو گئے اور خدا نے پھر ان کی آنکھوں کو نور عطا فرمایا۔ پھر دوبارہ رونے کی وجہ سے اندھے ہو گئے اور خدا نے دوبارہ آنکھوں میں نور عطا فرمایا۔ پھر رونے سے آنکھیں اندھی ہو گئیں تو پھر خدا نے اپنے نور سے ان کی آنکھوں کو منور فرمایا اور پھر جب آپؑ سے سوال کیا گیا کہ آپؑ اس قدر کیوں روتے ہیں تو آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ خدا کی محبت اور اس کے خوف سے روتا ہوں تو خدا کی طرف سے آواز آئی کہ ہم آپؑ کی خدمت گزاری کے لئے کلیم موسیٰ بن عمران کو معین کرتے ہیں۔

ایسے ہی ہمارے نبی اکرم حضرتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محرابِ مسجد میں راتوں کو کھڑے ہوتے تو آپؐ کے قدموں میں ورم پڑ جاتے تھے۔ حضرت علامہ طبرسی نے اپنی کتاب احتجاج میں حضرتِ علی علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؐ پورے دس سال تک اپنے پاؤں کی انگلیوں پر کھڑے ہو کر عبادت کرتے تھے اور آپؐ کے قدموں میں ورم ہو گئے اور آپؐ کے چہرے اقدس کا رنگ زرد ہو گیا تھا اور آپؐ ایسے ہی ساری ساری رات عبادت کے لئے کھڑے رہتے حتیٰ کہ آپؐ کو خدا نے فرمایا: ''اے میرے حبیبؐ قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا

حضرتِ شیخ طوسیؒ نے حضرتِ امامِ محمد باقر علیہ السلام کی سند سے حضرتِ امامِ زین العابدین علیہ السلام کے اس قول کو نقل کیا ہے جس میں آپؑ نے فرمایا: ''میرے نانا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا گیا تھا کہ خدا نے آپؐ کے تمام گزشتہ اور آئندہ کے گناہ معاف کر دیئے ہیں، اس

Presented by Ziaraat.com

کے باوجود آپؐ اس قدر عبادتِ خدا انجام دیتے تھے کہ آپؐ کی پنڈلیاں سوج جاتیں اور قدموں میں ورم ہوجاتا تھا اور جب آپؐ سے یہ کہا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خدا نے آپؐ کی بخشش و مغفرت کا وعدہ فرما دیا ہے تو پھر آپؐ اس قدر عبادت کیوں کرتے ہیں؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''کیا مجھے اس کا شکرگزار بندہ نہیں ہونا چاہیے؟'' آپؐ ہمیشہ پاؤں کی انگلیوں کے بل کھڑے ہوکر عبادت فرماتے تھے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی:

(طٰهٰ مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ)

''اے میر سردار نبیؐ ہم نے آپؐ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپؐ اپنے آپ کو زحمت میں ڈال لیں[۱]۔''

آپؐ جب عبادت کے لئے کھڑے ہوتے تو آپؐ خوفِ خدا میں کانپتے تھے اور آپؐ کا رنگ زرد ہوجاتا تھا۔ آپؐ کا دل اس قدر زور سے دھڑکتا تھا کہ نزدیک والے اس کی دھڑکن کی آواز سن سکتے تھے۔ یہ سب کچھ شدتِ خوف کی وجہ سے ہوتا تھا۔

ایسے ہی روایات میں ذکر ہوا ہے کہ حضرتِ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا جب مصلۂ عبادت پر کھڑی ہوتی تھیں تو آپؑ کے قدموں میں بھی ورم آجاتا تھا۔

بحارالانوار میں حضرتِ حسن بنِ علی علیہما السلام سے روایت نقل ہوئی ہے کہ آپؑ فرماتے ہیں دنیا میں حضرتِ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے زیادہ کوئی عبادت کرنے والا نہیں تھا حتیٰ کہ آپ (س) کے قدموں میں ورم آجاتا تھا۔ بی بی (س) کے قدموں میں اس قدر ورم آجاتا تھا کہ ان سے پانی رسنا شروع ہوجاتا اور اس قدر مرض میں اضافہ ہوجاتا تھا کہ معالج اس کا علاج کرنے سے قاصر ہوتے تھے۔

۱سورہ طٰحہ آیت نمبر ۱۔۲

Presented by Ziaraat.com

بہت زیادہ روایات میں یہ ذکر ہوا ہے کہ بی بی (س) پانی والا مشکیزہ خود اٹھاتیں یہاں تک کہ آپ (س) کے سینے پر داغ پڑ گئے اور آپ (س) اپنے ہاتھوں سے گندم سے آٹا تیار فرماتیں تو آپ (س) کے ہاتھوں میں زخم ہو جاتے۔

کتاب ''الخرائج'' میں حضرتِ سلمانِ فارسی سے روایت نقل ہے کہ ایک دن حضرتِ علی علیہ السلام گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ حضرتِ زہرا سلام اللہ علیہا تشریف فرما ہیں اور ان کے سامنے چکی ہے جس سے جو کا آٹا تیار کر رہی ہیں اور چکی کے دستہ پر خون لگا ہوا ہے جو اس پر جاری ہے اور دوسری طرف گھر میں حسین علیہ السلام بھوک سے تڑپ رہے ہیں۔

ایسے ہی روایات میں حضرتِ علی امیر المومنین علیہ السلام کے بارے میں ذکر ہوا ہے۔ آپؑ ہر رات کو خدا سے مناجات کرتے ہوئے اور موت، قبر اور آگ کو یاد کر کے خوفِ خدا کی وجہ سے اس قدر روتے تھے کہ روتے روتے آپؑ غش کھا جاتے تھے اور اس طرح لرزتے تھے جیسے خشک لکڑی۔

ایسے ہی حضرتِ امامِ حسن علیہ السلام کے بارے میں روایات میں نقل ہوا ہے۔ آپؑ نے اپنی زندگی میں پچیس (25) حج پیدل کئے جبکہ سواری آپؑ کے پیچھے چل رہی ہوتی تھی۔

اصولِ کافی میں حضرتِ امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ''حضرتِ امامِ حسن علیہ السلام ایک پیدل حج کرنے کے لئے گئے تو آپؑ کے قدموں میں زخم ہو گئے۔ لوگوں نے آپؑ سے عرض کیا اگر آپؑ سواری پر سوار ہو جائیں تو آپؑ کے پاؤں ٹھیک ہو جائیں گے۔ آپؑ نے فرمایا نہیں ہرگز نہیں۔ لیکن جب ہم اس منزل پر پڑاؤ کریں تو اس وقت آپ کے پاس ایک سیاہ غلام ایک تیل لے کر آئے گا

Presented by Ziaraat.com

اس سے خریدنا اور اس سے قیمت کم نہ کروانا۔

ایسے ہی روایات میں ذکر ہوا ہے کہ حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام اپنے کاندھوں پر اناج کی بوریاں اٹھا کر غریبوں اور یتامی ومساکین کے گھروں تک لے جاتے حتیٰ کہ جب آپؑ شہید کئے گئے تو اس وقت آپؑ کے کاندھوں پر بوریاں اٹھانے کے داغ پائے گئے جس کے بارے میں دشمن نہ جان سکا کہ یہ کیوں ہیں۔ جب ان لوگوں نے اس کے بارے میں حضرتِ سجاد علیہ السلام سے سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا یہ ان بوریوں کے داغ ہیں جو آپؑ اٹھایا کرتے تھے اور لوگوں کے گھروں تک چھوڑ کر آتے تھے اور کسی کو خبر نہیں ہوتی تھی۔

بحارالانوار میں ابومخنف کی سند سے جلودی سے روایت نقل کی گئی ہے کہ جب امامِ حسین علیہ السلام اپنے گھوڑے کو لیکر دریائے فرات پر آئے اور آپؑ نے گھوڑے کو پانی میں اتارا اور پھر پانی کا چلو بھرا تا کہ اس کو پی لیں تو کسی نے آواز دی کہ عورتوں کے خیموں کی خبر لیں ان پر حملہ ہو گیا اور ان کو برباد کر دیا گیا ہے! آپؑ نے پانی گرا دیا اور پانی سے باہر آئے اور دیکھا تو خیمے سالم تھے۔ اس دوران آپؑ پر پیاس کا غلبہ اس قدر تھا کہ وہ آپؑ کے لئے ضرر رساں تھی اور اس قدر پیاس کا غلبہ تھا کہ گویا آپؑ کے اور آسمان کے درمیان دھواں چھا گیا ہو۔ اس صورت میں پانی کو چھوڑنا یہ حتمی ضرر رساں تھا۔

ایسے اہلِ بیت علیہم السلام نے تین دن متواتر روزے رکھے، بغیر کھانے کے فقط پانی سے افطار فرمایا تو دونوں بچوں (حسن وحسین علیہما السلام) کی حالت بھوک کی وجہ سے یہ ہو گئی تھی کہ لرز رہے تھے جیسے اندھیرے سے نکلنے والے بچے لرزتے ہیں۔ پھر خدا نے ان کے اس ایثار کی یہ قدر کی کہ سورۂ دہر نازل فرمائی۔

Presented by Ziaraat.com

ایسے ہی حضرتِ امامِ سجاد علیہ السلام کے بارے میں روایات میں ذکر ہوا ہے کہ آپؑ اپنے والد امامِ حسین علیہ السلام کے غم میں اس قدر گریہ کرتے تھے کہ آپؑ کے غلام نے آپؑ سے عرض کیا: "اے فرزند رسولؐ! میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ مجھے خوف ہے کہ آپؑ روتے روتے مر نہ جائیں۔" آپؑ کے بعض اصحاب نے آپؑ سے عرض کی: "آپؑ ایک زمانہ سے رو رہے ہیں پس اگر آپؑ خود مارے جاتے تو اس سے زیادہ نہ تھا۔"

جب تک آپؑ زندہ رہے ہمیشہ بیمار رہتے اور ہمیشہ روتے رہتے اور آپؑ کا بدن کمزور ہو گیا تھا۔ آپؑ کا رنگ متواتر عبادت کی وجہ سے زرد ہو چکا تھا اور بیداری کی وجہ سے آپؑ کی آنکھیں سرخ رہتی تھیں اور آپؑ کی پیشانی میں گڑھا پڑ چکا تھا اور آپؑ کی ناک پر بھی سجدوں کے داغ تھے۔

شیخِ صدوق سے روایت ہے کہ ہر سال آپؑ کے سجدے کے مقامات سے سات مرتبہ وہ چمڑا اتارا جاتا تھا جو کثرت سجدہ کی وجہ سے بن جاتا تھا۔ آپؑ کا لقب یہ ہو گیا "ذو الثفنات" اور قاموس الفات میں ہے یہ "**ذو الثفنات** علی بنِ حسین علیہما السلام تھے۔

یہاں تک ذکر ہوا ہے کہ عبادت کی کثرت کی وجہ سے اس قدر ناتواں ہو گئے اور پتلے ہو گئے تھے کہ ہوا بھی آپؑ کو ہلا دیتی تھی۔

جب حضرتِ جابر بنِ عبداللہ انصاری نے آپؑ سے کثرتِ گریہ کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ کیا میں اپنے باپ دادا کی روش کو ترک کر دوں؟

حضرتِ امام محمدِ باقر علیہ السلام نے آپؑ سے سوال کیا کہ آپؑ کب تک اس روش پر باقی رہیں گے؟ آپؑ نے جواب میں ارشاد فرمایا: "میں چاہتا ہوں کہ اپنے رب سے اسی حالت میں ملاقات کروں۔" ایسے ہی حضرتِ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام عبادت کی وجہ سے اس قدر کمزور ہو گئے تھے کہ جب آپؑ سجدہ کرتے تو یوں نظر آتا جیسے کوئی کپڑا زمین

Presented by Ziaraat.com

پر گرا ہوا ہے اور نرم شاخ کی مانند ہو گئے تھے۔

ریاض المصائب میں ذکر ہوا ہے جب عاشورے کے دن حضرتِ عباس علیہ السلام نے دریائے فرات کے پانی پر قبضہ کر لیا تو آپؑ نے پانی کا چلو بھرا تاکہ پی لیں تو حسین علیہ السلام اور ان کے بچوں کی پیاس یاد آ گئی اور آپؑ نے چلو والے پانی کو پانی پر گرا دیا۔

۞۞۞۞

Presented by Ziaraat.com

البکاء (رونا)

خود رونا اسلام میں مباح ہے بلکہ بعض آیات سے رونے کے خدا کی بارگاہ میں محبوب ہونے کا بھی انکشاف ہوتا ہے کیونکہ دل کی نرمی کو بیان کرتا ہے۔ جبکہ اس کے خلاف ہنسنے سے دل کی سختی اور غفلت کا انکشاف ہوتا ہے جیسا کہ خدا قرآن میں فرماتا ہے:

"فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ"

''اب یہ لوگ ہنسیں گے کم اور روئیں گے زیادہ کہ یہی ان کے کئے کی جزا ہے''[1]

اس آیت سے یہ حقیقت واضح و روشن ہوتی ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے نیک مومنین کی صفت یہ بیان کی ہے کہ وہ زیادہ روتے ہیں جیسا کہ خدا فرماتا ہے:

''قُلْ آمِنُوا بِهِ أَوْ لَا تُؤْمِنُوا ۚ إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِن قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا O وَيَقُولُونَ سُبْحَانَ رَبِّنَا إِن كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا O وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا O

(۱)۔ سورۃ توبہ: آیت: ۸۲

Presented by Ziaraat.com

''آپ کہہ دیں کہ تم ایمان لاؤ یا نہ لاؤ جن کو اس کے پہلے علم دے دیا گیا ہے ان پر تلاوت ہوتی ہے تو منہ کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک و پاکیزہ ہے اور اس کا وعدہ یقیناً پورا ہونے والا ہے اور وہ منہ کے بل گر پڑتے ہیں روتے ہیں اور قرآن ان کے خشوع میں اضافہ کر دیتا ہے۔''[۱]

اور ایسے ہی خدا نے سورۂ مریم میں ارشاد فرمایا ہے:

أُولَئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ مِن ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِن ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۚ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا

''یہ سب وہ انبیا ہیں جن پر اللہ نے نعمت نازل کی ہے۔ ذریت آدمؑ میں سے اور ان کی نسل میں سے جنہیں ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی میں اٹھایا ہے اور ابراہیم و اسرائیل کی ذریت میں سے اور ان میں سے جن کو ہم نے ہدایت دی ہے اور انہیں منتخب بنایا ہے کہ جب ان کے سامنے رحمٰن کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ روتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔''[۲]

واضح و طبیعی ہے کہ اسلام رونے کو پسند کرتا ہے کیونکہ رونے سے وہ عقدے کھل جاتے ہیں جن کا معالج علاج نہیں کر سکتا کیونکہ مصائب و نقصانات جب انسان پر

---

(۱) سورۂ بنی اسرائیل: ۱۰۸، ۱۰۹۔

(۲) سورۃ مریم: آیت: ۵۸۔

Presented by Ziaraat.com

وارد ہوتے ہیں تو وہ انسان کے دل پر ایسا اثر کرتے ہیں جن سے انسان کے دل میں ایک گرہ لگ جاتی ہے اور اس کو سوائے انتقام کے کوئی نہیں کھول سکتا اور انسان چاہتا ہے کہ جس کی وجہ سے یہ صدمہ و مصائب اس پر وارد ہوئے ہیں اس سے انتقام لے اور یہ انسان کا فطری عمل ہے لیکن دینِ اسلام دینِ انتقامی نہیں ہے بلکہ وہ تو معافی و درگزر کا دین ہے۔ جبکہ انسان اکثر اوقات انتقام لینے کے مختلف حربوں میں وہ حربہ استعمال کرنا چاہتا ہے جو سخت تر ہو کیونکہ یہ اس کا فطری، طبیعی اور حیوانی عمل ہے جبکہ ادیان وقوانین انسان کو اس قسم کے حربوں سے روکتے ہیں۔ پس جب انسان ان عقدوں کو حل کرنے کی کوئی تعبیر اور حل نہیں پاتا جس کے ذریعے وہ اس مصیبت کے عقدے سے راحت پا سکے بلکہ وہ عقدے بعض اوقات دل کی گہرائیوں میں اتر جاتے ہیں جو انسان کے دل و دماغ کو کھا جاتے ہیں بلکہ کبھی تو پورے انسان کو توڑ دیتے ہیں اور ایسی صورت اختیار کر لیتے ہیں کہ وہ ایک طویل صدمے کا سبب بن جاتے ہیں اور کبھی وہ عقدے کینے اور بغض میں تبدیل ہو جاتے ہیں جو انسان کو ایسا شریر بنا دیتے ہیں کہ پھر وہ ہر ایک سے لڑائی کرنا چاہتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے دشمن و خصم سے انتقام لے۔ بس اس کی کوئی اور خواہش نہیں ہوتی اور وہ اپنے نفس میں راحت کو محسوس نہیں کرتا مگر اس صورت میں کہ اپنے دشمن کو خون میں لت پت دیکھے اور وہ اس کے بغیر اطمینان حاصل نہیں کرتا۔

پس نفوس میں ایسے کینے اور بغض اور عقدے کا پایا جانا یہ ایک مصیبت و بلا ہے کیونکہ جب کسی میں یہ صورت پیدا ہو جائے تو پھر اس میں ہر خشک و تر منحل ہو جاتا ہے اور وہ کسی مجرم کو اس سے بری نہیں قرار دیتا۔ تو ایسی صورت میں ضروری ہے کہ اس عقدے اور صدمے کو اس قدر بڑھنے سے قبل کو ختم کیا جائے اور اس کے لئے مختلف

Presented by Ziaraat.com

طریقوں کو استعمال کیا جائے کیونکہ اگر یہ اس قدر بڑھ جائے تو پھر اس کا علاج مشکل ہو جاتا ہے اور اسلام نے اسی وجہ سے رونے کی وصیت و نصیحت کی ہے تا کہ یہ عقدہ بننے سے قبل ہی منحل ہو جائے اور یہ رونا اس کینے کو منحل کرنے میں مدد کرتا ہے اور یہ مصیبت کینے کی حد تک نہیں جاتی۔ وہ انسان جو ایسے معاشرے میں رہتے ہیں جن میں موداثات و مناقضات پے در پے واقع ہوتے ہیں تو ایسا معاشرہ ہر اس شخص پر اپنے اثرات مرتب کرتا ہے جو اس میں زندگی بسر کرتا ہے خواہ وہ اثرات شعوری ہوں یا غیر شعوری۔ یہاں تک کہ وہ اس قدر ہو جاتا ہے کہ تمام لوگوں سے زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔ اپنے انتقام کے اعتبار سے۔ اور وہ انسان یہ خیال کرتے ہیں کہ اب ہم ان عقدۂ نفسانیہ کو حل نہیں کر سکتے۔ پھر وہ عقل و ضمیر کی آوازوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ایسے انسان کے لئے رونا ہی وہ واحد علاج ہے، واحد دوا ہے جو ان کے ان نفسانیہ عقدوں کو منحل کرتا ہے اور قبل اس کے کہ یہ صدمے عقل پر غلبہ حاصل کریں رونا ان عقدوں کو منحل کر دیتا ہے اور اس کے خارجی اثرات سے باہر نکال دیتا ہے۔ اسی وجہ سے عورتیں مردوں کے اعتبار سے ایسے عقدوں کا کم شکار ہوتی ہیں کیونکہ وہ اس قسم کے صدمات کی مدد نہیں کرتیں بلکہ وہ اپنے نفوس کو رونے کی وجہ سے راحت دے دیتی ہیں اور قبل اس کے کہ وہ صدمہ کینے کی حد تک جائے اس کو رونے کی مدد سے منحل کر دیتی ہیں لیکن مرد حضرات رونے کا سہارا لینے میں عار محسوس کرتے ہیں اور اپنے صدمات و مقایات کا علاج رونے سے نہیں کرتے اور آنسو نکالنا کے مشکل ہوتا ہے تو وہ ہاتھوں و اعضا و جوارح کے ذریعے اس کا علاج تلاش کرتے ہیں۔ چونکہ ان میں اخلاص نہیں پایا جاتا تو پھر وہ ہر مصیبت کے لئے اپنے اندر ایک عقدہ محسوس کرتا ہے اور وہ اپنے تمام تصرفات میں اس کو جاری کرتے ہیں۔ آہستہ آہستہ تنہائی پسند ہو

Presented by Ziaraat.com

جاتے ہیں ہے اوراس معاشرے کوسراب تصور کرتے ہیں اوراس اجماعی معاشرے کا انکارکردیتے ہیں۔

پس آنسو ہی واحد چیز ہے جو نفس کو دھودیتا ہے اوراس پر جو حوادث ومصائب کا گردوغبار جمع ہوا ہے اس کو دھوتا ہے۔

پس انسان کے لئے حفتِ کریمہ یہ ہے کہ وہ بہادرودلیر ہو، وہ ان چھوٹے چھوٹے حوادث ومصائب سے دلبرداشتہ نہ ہو جائے اور وقتِ ضرورت بھی وہ سخت مزاج نہ ہو۔

اسی وجہ سے انبیا وائمہ علیہم السلام جو انسان کے لئے اعلیٰ نمونے ہیں اور فاضل ترین افراد ہیں وہ اپنے آنسوؤں کوتونہیں روکتے تھے بلکہ وہ پھوٹ پھوٹ کررو تے تھے۔

پس حضرتِ آدم علیہ السلام جو خدا کے نبی تھے وہ جنت کے فراق میں اس قدر روئے کہ ان کے دونوں رخساروں پر آنسوؤں کے بہنے کی وجہ سے زخم ہو گئے تھے۔

حضرتِ یعقوب علیہ السلام بھی نبی خدا تھے اور اپنے یوسف علیہ السلام کے غم میں اس قدر روئے تھے کہ ان کی آنکھیں سفید (بےنور) ہوگئیں۔

حضرتِ یوسف علیہ السلام نبی خدا تھے وہ اپنے والد کے فراق وغم میں قید خانے میں اس قدر روئے کہ دوسرے قیدی ان کے رونے سے تنگ آ گئے اورانہوں نے کہنا شروع کردیا آپؑ یا رات کو روئیں اور دن کو آرام کریں یا دن کو روئیں اور رات کو آرام کریں تا کہ ہم بھی آرام کرسکیں۔

حضرتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے نبی جو کائنات میں سب سے افضل ترین نبی ورسول ہیں وہ اپنے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کے غم میں کہ جو اٹھارہ ماہ کی عمر میں وفات پا گئے تھے اس قدر روئے کہ آپؐ کی ہچکی بندھ گئی تو لوگوں نے آپؐ کے رونے کا سبب پوچھا اورعرض کیا

Presented by Ziaraat.com

آپؐ تو ہمیں مصائب پر صبر کرنے کی وصیت و نصیحت کرتے ہیں، آپؐ اس قدر کیوں رو رہے ہیں؟

آپؐ نے ان لوگوں کے جواب میں فرمایا: ''دل جلے گا تو آنسو جاری ہوں گے لیکن ہماری زبان سے وہ کلمات جاری نہیں ہوں گے جو خدا کے غضب کا سبب بنیں۔''

حضرتِ فاطمہ سلام اللہ علیہا: معصومہ بی بی اپنے بابا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غم میں اس قدر روئیں کہ روتے روتے ہی اس دنیا سے رحلت فرما گئیں۔ اپنے باباؐ کی وفات کے بعد جب تک آپ(س) زندہ رہیں کسی نے آپ(س) کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ ہمیشہ آپ(س) کا سر بندھا ہوا اور آپ(س) کی آنکھوں کو روتے ہی دیکھا گیا۔

حضرتِ امامِ سجاد علیہ السلام بھی اپنے والد امامِ حسین علیہ السلام پر ہمیشہ روتے رہے۔ جب تک آپؑ زندہ رہے بعض روایات میں 25 سال، بعض میں 35 سال اور بعض میں 40 سال تک آپؑ روئے اور روتے روتے ہی اپنے خالقِ حقیقی کی بارگاہ میں چلے گئے۔

پس ثابت ہوا کہ رونا عند اللہ اور تمام ادیان میں محبوب ہے۔ خواہ وہ رونا خوفِ خدا کی وجہ سے ہو یا کسی مصیبت کی وجہ سے ہو۔

پس اہلِ بیت علیہم السلام کے غم میں اور کربلا کی مصیبت پر رونا نہ صرف مستحب ہے بلکہ اس کا اجرِ عظیم اور ثوابِ عظیم ہے۔

بہت زیادہ روایات موجود ہیں جو اس کو بیان کرتی ہیں کہ خدا نے روئے زمین پر جتنے نبی و وصی مبعوث فرمائے ہیں جب ان کے سامنے قبل از شہادتِ امامِ حسین علیہ السلام کے مصائب بیان ہوئے تو وہ سب روئے۔ حتیٰ کہ حضرتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرتِ فاطمہ سلام اللہ علیہا اور

Presented by Ziaraat.com

باقی ائمہ علیہم السلام حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کے مصائب میں اس قدر روئے کہ حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کے القابات میں سے یہ لقب ہوئے۔ "صَرِیْعُ الدَّمْعَةِ السَّاکِبَةِ" وہ جس کے لئے آنسو بہت جلدی جاری ہو جاتے ہیں یا دوسرا لقب یہ بھی ہے "عِبْرَۃُ کُلِّ مُؤْمِنٍ وَ مُؤْمِنَةٍ" یعنی مومن اور مومنہ کی آنکھوں کا آنسو یعنی جس کے نام سے ہر مومن ومومنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

حتیٰ کہ آپؑ کی ولادت کے دن بھی آپؑ کا تمام خاندان آپؑ کے مصائب کو سن کر رویا۔

حتیٰ کہ حضرتِ امام رضا علیہ السلام نے آپؑ کے بارے میں فرمایا:

"یقیناً امامِ حسین علیہ السلام کا دن (عاشورۂ محرم) کربلا کی زمین پر وہ دن ہے جس نے ہمارے دلوں کو زخمی کر دیا، ہمارے آنسوؤں کو جاری کر دیا اور ہمارے عزیزوں کو ذلیل کر دیا۔"

حضرتِ امام المنتظر مہدی (عج) نے اپنے جد امامِ حسینِ شہید علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کیا "اے میرے جدؑ! اگر چہ زمانے کے اعتبار سے میں آپؑ کے بعد ہوں اور میں آپؑ کی مدد نہیں کر سکا لیکن میں آپؑ پر صبح وشام گریہ کرتا ہوں اور میں پانی کے بدلے خون کے آنسو روتا ہوں۔"

"مستدرک" میں علامہ نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرتِ امام ابوعبداللہ الصادق علیہ السلام سے روایت کو نقل کیا ہے کہ:

"حضرتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کو دیکھا تو آپؐ ان کے قریب آئے اور ان کو اپنی گود میں بٹھایا اور فرمایا کہ "یقیناً حسین علیہ السلام کے قتل کی وجہ سے مومنین کے دلوں میں وہ گرمی پیدا ہو گئی جو کبھی بھی ٹھنڈی نہیں ہو گی۔ اس کے بعد

Presented by Ziaraat.com

حضرتِ امامِ ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا ''میرے بابا! قتیل کل عجرۃ ہیں تو عرض کیا گیا مولیٰ اس سے کیا مراد ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ جس مومن کے سامنے بھی ان کا نام لیا جائے گا وہ گریہ کرے گا۔''

اور وہ روایات جو امامِ حسین علیہ السلام پر رونے کی فضیلت کو بیان کرتی ہیں وہ بھی بہت زیادہ ہیں۔ پس ان میں سے چند ایک کو ہم ذکر کرتے ہیں۔

''کامل الزیارۃ'' میں ابوحمزہ نے حضرتِ امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے روایت کو نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ''یقیناً رونا اور آہ و بکا کرنا ایک بندے کے لئے مکروہ ہے سوائے وہ رونا وآہ اور وہ بکا جو امامِ حسین علیہ السلام کے غم میں کیا جائے اس پر عظیم اجر ملتا ہے۔''

شیخِ صدوقؒ اپنی کتاب ''امالی'' میں اپنی سند سے حضرتِ امامِ رضا علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: ''جو ہمارے مصائب کو بیان کرے اور ہمارے اوپر وارد ہونے والے مصائب کی وجہ سے روئے وہ قیامت کے دن جنت میں ہمارے ساتھ ہوگا اور جو ہمارے مصائب کو ذکر کرے اور خود روئے اور دوسروں کو رلائے اس کی آنکھیں اس دن نہیں روئیں گی جس دن سارے لوگ روئیں گے۔ اور جو ان مجالس میں جاتا ہے جس میں ہمارے امر کو زندہ کیا جاتا ہے (یعنی ہمارے فضائل و مصائب کو بیان کیا جاتا ہے) اس کا دل اس دن مردہ نہیں ہوگا جس دن سب کے دل مردہ ہو جائیں گے۔''

علی بنِ ابراہیم نے حضرتِ امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے روایت کو نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ''جو ہمیں یاد کرے یا اس کے سامنے ہمارا ذکر کیا جائے اور اس کی آنکھوں سے مچھر کے پر کو تر کرنے کے برابر آنسو نکل آئے خدا اس کے گناہ معاف کر دے گا

Presented by Ziaraat.com

خواہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔''

شیخِ صدوق نے اپنی کتاب امالی میں حضرتِ امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے روایت کو نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ''جس شخص کی آنکھوں سے ہمارے لئے آنسو نکل آئے اس خون کی وجہ سے جو ہمارا بہایا گیا ہے یا اس حق کی وجہ سے جو ہمارا ضائع کیا گیا ہے یا اس عزت وآبرو کی وجہ سے جو ہماری برباد کی گئی ہے یا ہمارے شیعوں میں سے کسی ایک شیعہ کے لئے تو اس شخص کا خدا جنت میں گھر قرار دے گا۔''

ابوہارون مکفوف نے حضرتِ امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے روایت کو نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ''جس شخص کے پاس امامِ حسین علیہ السلام کا ذکر کیا جائے اور اس کی آنکھوں سے آنسو اس مقدار میں نکل آئے کہ جو مکھی کے پر کو تر کرنے کے برابر ہو اس کا اجر وثواب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور وہ اس شخص کے لئے جنت سے کم پر راضی نہیں ہوگا۔''

پس یہ روایات اور ان جیسی سینکڑوں روایات ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ خصوصاً امامِ حسین علیہ السلام جو سید الشہدا ہیں ان پر رونے اور دوسرے اہلِ بیت علیہم السلام کے غم میں رونے کا آخرت میں کس قدر زیادہ اجر وثواب ہے اور اخروی اجر کو بیان کرتی ہیں۔

ائمہ علیہم السلام امامِ حسین علیہ السلام پر رونے کے لئے لوگوں کو مختلف انداز میں آمادہ کرتے رہتے تھے۔ بعض اوقات امامِ حسین علیہ السلام پر رونے کا اجر وثواب ذکر فرماتے تھے اور بعض اوقات رونے والوں کے لئے دعا فرمایا کرتے تھے۔

وہ دعائیں جو اہلِ بیت علیہم السلام کی طرف سے رونے والوں کے لئے مانگی گئی ہیں ان کو کافی، کامل الزیارات وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ ان میں سے ایک وہ دعا ہے جو معاویہ بن وہب نے نقل کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرتِ امام جعفرِ

Presented by Ziaraat.com

صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپ ؑسجدے کی حالت میں یوں دعا فرما رہے تھے: ''اے اللہ تو ان چہروں پر رحم فرما جن کا سوج کی دھوپ کی وجہ سے رنگ بدل گیا اور ان رخساروں پر رحم فرما جو امامِ حسین علیہ السلام کی قبر کے بوسے لیتے ہوئے اس پر مس ہوتے ہیں ان آنکھوں پر رحم فرما جن سے ہمارے غم کی وجہ سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ اے اللہ ان دلوں پر رحم فرما جو ہمارے غم میں جل رہے ہیں اور ان آوازوں پر رحم فرما جو ہمارے غم میں رونے کی وجہ سے بلند ہو رہی ہیں۔ اے اللہ میں ان بندوں اور نفسوں کو تیری امانت میں دیتا ہوں تو ان کو اس دن حوض کوثر سے سیراب کرنا جس دن لوگوں پر شدید پیاس کا غلبہ ہوگا۔''

معاویہ بنِ وہب امامِ حسین علیہ السلام کی قبرِ اطہر کی زیارت کرنے والوں کے لئے یہ دعا اکثر پڑھا کرتے تھے تو حضرتِ امام جعفرِ صادق علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ''یقیناً امامِ حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرنے والوں کے لئے زمین سے زیادہ آسمان والے دعائیں کرتے ہیں۔'' تمام اہلِ بیت علیہم السلام پر اور خصوصاً سید الشہدا امامِ حسین علیہ السلام پر رونے کا دنیوی حصہ بھی ہے۔ بعض اوقات اس سے تربیتی پہلو بھی ظاہر ہوتا ہے کیونکہ کسی چیز پر رونا خواہ کوئی چیز ہی کیوں نہ ہو اس پر رونا اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک رونے والا اس دردناک حادثے سے متاثر نہ ہو جو اس چیز پر واقع ہوا ہے اور جب تک وہ متاثر نہیں ہوگا وہ روئے گا نہیں اور جب متاثر ہوگا تو وہ روئے گا اور یہ طبیعی ہے کہ تاثیر ہی کسی رونے والے کو رونے کی طرف آمادہ کرتی ہے جس سے وہ اس قربانی یا مصیبت پر روتا ہے پس وہ اس تاثر سے ہی ظالم کے خلاف اور مظلوم کی حمایت پر آمادہ ہوتا ہے۔

Presented by Ziaraat.com

حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام اور یزیدِ ملعون دونوں بے کار نہیں لڑ رہے تھے بلکہ دونوں ایسے دو نقطوں پر کھڑے تھے جو ایک دوسرے کے خلاف تھے۔ دونوں کے مصالح میں الجھاؤ تھا۔ دونوں ایک ایسے حکم پر لڑ رہے تھے جو دونوں کے درمیان گیند کی طرح گھوم رہا تھا اور دونوں ایک دوسرے کی ذلت کی۔ امامِ حسین علیہ السلام پر رونا گویا رونے والے کا تمام ان فضائل کی طرف متوجہ ہونا ہے جو امامؑ میں موجود تھے اور تمام ان ذیل اوصاف کی طرف متوجہ ہونا جو ان کی ضد ہیں اور یہ فائدہ کسی اور پر رونے سے حاصل نہیں ہوتا۔ خواہ وہ کوئی اور شہید ہی کیوں نہ ہو اور یہ چیز کسی دوسری چیز سے حاصل نہیں ہوتی سوائے امامِ حسین علیہ السلام پر رونے کے اور یہ ائمہؑ علیہم السلام کی تاکیدات سے حریت حاصل ہوتی ہے اور اس کی مکافات ثوابِ عظیم ہے۔ پس امامِ حسین علیہ السلام پر رونے کا ثواب جنت ہے کیونکہ یہ رونا رونے والے کو اہلِ جہنم کی اوصاف سے دور کرتا ہے اور اہلِ جنت کے اوصاف کو اپنانے کی ترغیب دیتا ہے۔ خواہ وہ ایک زمانے کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔ پس یہ رونا تیار کرتا ہے رونے والے کو کہ وہ باطن کو پاک کرے اور اس سے رونے والے میں ترتیبی اثر ظاہر ہوتا ہے۔ پس اس طرح سے امام شہید علیہ السلام پر رونے کا وہ ثواب جو سابقہ روایات و احادیث نے بیان کیا ہے وہ مبالغہ نہیں ہے اور نہ ہی ان سے یہ کشف ہوتا ہے کہ یہ بے سر و پا کی باتیں ہیں جو اس رونے پر ثواب قرار دیا گیا ہے کیونکہ یہ رونے کا ثواب اس رونے کے اثر کا اقتضا ہے۔

Presented by Ziaraat.com

التبا کی (رونے کا تظاہر کرنا)

رونے کا تظاہر کرنا بھی رونے کی مثال ہے اور یہ تظاہر کبھی آواز کے ذریعے ہوتا ہے اور کبھی چہرے کی اداسی کی وجہ سے اور کبھی چہرے وغیرہ پر ماتم کرنے سے اس کا اظہار ہوتا ہے اور کبھی فقط رونے کی آوازیں تو بلند ہوتی ہیں لیکن آنکھوں سے آنسو جاری نہیں ہوتے۔

اور یہ تبا کی (رونے کا تظاہر کرنا) ہمیشہ اس وقت ہوتی ہے کہ جب کسی واقعے پر رونا چاہیے لیکن کسی وجہ سے رونا مشکل ہو اور آنسو جاری کرنا مشکل ہو اور یہ مشکل بعض اوقات اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ آنکھوں کا پانی خشک ہو جاتا ہے یا وہ اس واقعے کو اپنے دل و دماغ میں وہ جگہ نہیں دے سکتا جس سے وہ مجروح ہو جائے تا کہ وہ آنسوؤں کے جاری ہونے کا سبب بنے اور وہ رو سکے۔

اور صورتحال یہ ہوتی ہے کہ وہ ارادہ رکھتا ہے کہ رونے کو اپنے اوپر ضروری قرار دے یا کم از کم مستحب قرار دے بلکہ طبیعت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ وہاں رونا کم از کم مستحب قرار دیا جائے کیونکہ مظلوم کی جانب داری اور ظالم سے نفرت کا اظہار واجب ہوتا ہے۔ اگرچہ انسان عملاً اس کے بارے میں گفتگو نہ کر سکے لیکن اس کے رونے کی شکل بنانا یہ کشف کرتا ہے کہ یہ شخص اس مظلوم کی حمایت اور ظالم سے نفرت کا اظہار کر رہا ہے اور ہر وہ شخص جو اپنے نفس کی اصلاح کرنا چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ

Presented by Ziaraat.com

وہ کامیاب بھی ہو کیونکہ جو کسی کھلے سیدھے راستے پر چلتا ہے وہ اپنی منزل کو پا لیتا ہے اور جو شخص اپنی کمزوری کو جان لیتا ہے اور وہ اس کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ ضرور کامیاب ہو جاتا ہے۔

پس رونے والی شکل بنانا یہ بھی رونے کی مانند ثواب کا استحقاق رکھتا ہے کیونکہ دونوں اس واجب کے ادا کرنے میں شریک ہیں جو ان کے ذمے ہے (یعنی مظلوم کی حمایت اور ظالم سے نفرت) اور یہ واجب یہ دونوں اخلاص کے ارادے کے ساتھ اور اس کی بنا پر آنسو بہاتے ہیں۔

ائمۂ معصومین علیہم السلام نے ان دونوں کے ثواب میں برابری کی طرف اپنے ارشادات میں اشارہ بھی فرمایا اور یہ کافی زیادہ موارد میں یہ پایا جاتا ہے۔ وہ خود اس غم میں تباکی میں بھی رغبت رکھتے ہیں جیسے وہ اس میں خود رونے میں رغبت رکھتے ہیں۔

''کنز العمال'' میں روایت ہے کہ حضرتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کی جماعت کے سامنے قرآن کی اس آیت کی تلاوت فرمائی:

(وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا) (سورۃ زمر: 71)

''وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا ان کو جہنم کی طرف گروہ و جماعت کی صورت میں ہانکا جائے گا۔''

تو انصار کی جماعت نے رونا شروع کر دیا۔ سوائے ایک جوان کے وہ نہیں رویا۔ اس نے عرض کیا میری آنکھوں سے آنسو جاری نہیں ہو رہے جبکہ میں رونا چاہتا ہوں تو اس وقت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مَنْ تَبَاكَىٰ فَلَهُ الْجَنَّةُ''

''جو رونے کی شکل بنائے گا اس کے لئے بھی جنت ہے۔''

Presented by Ziaraat.com

نیز کنزالعمال میں روایت ہے جس کو جریر نے نقل کیا ہے کہ حضرتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے میرے اصحاب! میں تمہارے سامنے سورۂ ''الھاکم التکاثر'' کی تلاوت کرتا ہوں۔ پس جو روئے گا اس کے لئے جنت ہے اور جو رونے کی شکل بنائے گا اس کے لئے جنت ہے۔''

شیخ ورام کے مجموعے میں روایت نقل ہوئی ہے کہ حضرتِ ابوذرِ غفاری نے نقل کیا فرماتے ہیں کہ حضرتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی رونے کی استطاعت رکھتا ہے اس کو رونا چاہیے اور جو نہیں روسکتا اور اس کا دل غم زدہ ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ (تباکی) رونے کی شکل بنائے کیونکہ سخت دل اللہ سے دور ہوتا ہے۔''

شیخِ صدوقؒ نے اپنی کتاب ''الامالی'' میں ابوعمارہ سے اور اس نے حضرتِ امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے روایت کو نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ''اے ابوعمارہ جو امامِ حسین علیہ السلام کے مرثیے میں ایک شعر پڑھے اور وہ پچاس آدمیوں کو رلائے اس کے لئے جنت ہے اور جو امامِ حسین علیہ السلام کے مصائب میں ایک مرثیے کا شعر پڑھے اور چالیس افراد کو رلائے تو اس کے لئے جنت ہے اور جو شخص امامِ حسین علیہ السلام کے مرثیے میں شعر پڑھے اور تیس افراد کو رلائے تو اس کے لئے جنت ہے اور جو شخص امامِ حسین علیہ السلام کے مرثیے میں شعر پڑھے اور اس سے بیس افراد کو رلائے تو اس کے لئے جنت ہے اور جو امامِ حسین علیہ السلام کے مرثیے میں شعر پڑھے اور دس افراد کو رلائے تو اس کے لئے جنت ہے اور جو امامِ حسین علیہ السلام کے مرثیے میں شعر پڑھے اور ایک فرد کو رلائے تو اس کے لئے جنت ہے اور جو امامِ حسین علیہ السلام کے مرثیے میں شعر پڑھے اور خود روئے اس کے لئے جنت ہے اور جو امامِ حسین علیہ السلام کے مرثیے میں شعر پڑھے اور رونے کی شکل بنائے اس کے لئے جنت ہے۔

Presented by Ziaraat.com

پس رونا اور رونے کی شکل بنانا ایک ہی جیسا عمل ہے اور ان کے لئے اثر بھی ایک ہے اور ثواب بھی برابر ہے مگر یہ ہے کہ جس پر تمام قسمِ مصائب جمع ہوتے ہیں خواہ وہ نفسانیہ ہوں یا ظاہریہ ہوں تو وہ روتا ہے اور جس کے لئے ایک غم ہو وہ رونے کی شکل بناتا ہے۔

Presented by Ziaraat.com

الماتم (مجلسِ عزا)

یہ وہ مجلس ہے جو اس پر برپا کی جاتی ہے تا کہ اس میں کسی انسان پر واقع ہونے والے مصائب کو بیان کیا جائے اور یہ مجلس اس شخص کی طبیعت کے ساتھ سازگار ہوتی ہے کیونکہ اس میں اس پر واقع ہونے والے مختلف اقسام کے مصائب کو بیان کیا جاتا ہے اور مجالس جو حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام پر واقع ہونے والے مصائب کو بیان کرنے کے لئے منعقد کی جاتی ہے یہ وہ مجالس ہیں جن کو منعقد کرنے کا فقط یہ مقصد ہوتا ہے تا کہ ان میں ان واقعات وحوادث کو بیان کیا جائے جو امامِ حسین علیہ السلام پر واقع ہوتے ہیں اور ان مجالس کو برپا کرنا گویا امامِ حسین علیہ السلام کی ہمیشہ رہنے والی اس تحریک کو زندہ رکھنا ہے اور ان کے اہداف اور ان کے راستے کو بیان کرنا ہے تا کہ خود امامؑ کا وجود اور ان کے واقعات ذہنِ انسانیت میں زندہ وموجود رہیں۔

جب سے امامِ حسین علیہ السلام شہید ہوئے ہیں اس وقت سے آج تک اگر یہ عزاداری کی مجالس برپا نہ ہوئی ہوتیں یہ محدود تحریکِ حسینیت ایک وقت تک محدود ہو جاتی اور اس سے وہ بڑے بڑے اہداف جو حاصل ہوئے ہیں وہ کبھی بھی حاصل نہ ہوتے اور حسینیت کی تحریک کبھی بھی اموی اور بعد میں آنے والی حکومتوں کو جڑوں سے نہ اکھاڑ سکتی تھی اور ان کے انحراف کو اور باطل کو مٹانے کا سبب نہ بن سکتی تھی۔

پس ثورۃ حسینیت ہو یا کوئی بھی غم والم زدہ واقعہ۔ اگر اس کو تاریخ میں ایک وقتی

Presented by Ziaraat.com

حادثہ کے طور پر درج کیا جائے تو اتنے زیادہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے جبکہ اس تحریکِ حسینیت نے ماضی میں بھی وہ فوائد حاصل کئے ہیں جو کوئی اور نہیں حاصل کر سکتی اور مستقبل میں وہ فوائد حاصل کرے گی یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ عزاداری کی مجالس کثرت سے برپا ہو رہی ہیں اور ہر زمانے اور ہر مقام پر ان کا انعقاد اس کا سبب ہے اور پھر ان کو برپا کرنا اور ان میں امامِ حسین علیہ السلام کے اہداف کو اور ان کی شہادت کے فلسفے کو بیان کرنا اور اس کے مختلف پہلوؤں کو بیان کرنا ہی سبب بنا ہے کہ یہ آج تک زندہ ہے۔ پس اس کا ہر زمانے میں متواتر برپا ہونا اور ان میں ان چیزوں کو بیان کرنا ظرفِ انسانی سے ملائم ہے اور ان کے زندگی کے قضایا کا علاج کرتی ہے تا کہ یہ حسینیت ہر زمانے اور ہر وقت کے لئے ہو جائے یہاں تک کہ وہ اس قسم کے نتائج دینے پر قادر ہو گئی ہے کیونکہ امامِ حسین علیہ السلام ایک خاص زمانے کے امام نہیں ہیں بلکہ وہ قیامت تک کے تمام زمانوں کے امام ہیں تو پھر ضروری ہے کہ ان کے اقوال وافعال خصوصاً ان کی یہ تحریک بھی ہمیشہ رہنے والی ہونی چاہیے تا کہ وہ قیامت تک کے لئے ہر وقتی اور دائمی مشکل کا علاج کر سکے۔

پس امامِ حسین علیہ السلام کو ایک خاص زمانے کے ساتھ مخصوص کرنا بہت بڑا جرم ہے جو امامؑ کی شخصیت کی طرف لوٹتا ہے۔ اس سے مراد ہے کہ ان کی شخصیت کو ایک خاص زمانے کی حد میں محدود کر دیا جائے اور یہ صرف ان کی شخصیت کی حد بندی نہیں بلکہ ان کی رسالت و ولایت کی حد بندی ہے کہ جس کے لئے آپؑ کو خلق کیا گیا اور جس کی حفاظت کے لئے آپؑ کو قتل کیا گیا۔

اور یہ ہدف تمام عوامل سے زیادہ اہم ہے کہ جس کی وجہ سے باقی تمام ائمہ اس ہدف کو حاصل کرنے کے لئے خود بھی عزاداری کی مجالس برپا کرتے تھے اور اپنے

Presented by Ziaraat.com

شیعوں سے بھی اس کے برپا کرنے پر اصرار کرتے تھے۔ تمام شہدا خصوصاً امامِ حسین علیہ السلام کے لئے اوراس کے بارے میں روایات بھی بہت زیادہ ہیں۔

شیخ یوسف بن حاتم جو کہ علامہ محقق حلی کے شاگرد ہیں وہ اپنی کتاب ''درالنظیم'' میں حضرتِ امام رضا علیہ السلام سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: ''جب میں نے مدینے سے خراسان کے سفر کا ارادہ کیا تو میں نے اپنے تمام خاندان والوں کو جمع کیا اور میں نے ان سب کو حکم دیا کہ میرے اوپر ندبہ کریں (یعنی بلند آواز سے بین کر کے رونا) تاکہ میں ان کے رونے کو سنوں اور پھر میں نے ان رونے والوں کے درمیان بارہ ہزار دینار تقسیم کئے اوراس کے بعد ان کو خبر دی کہ اب مجھے پلٹ کر نہیں آنا۔'' ایسے ہی وہ زیارت جو آپؑ کے بارے میں نقل ہوئی ہے اس میں بھی یہ کلمات موجود ہیں۔ ''ہمارا سلام ہو اس امامؑ پر جس نے اپنی زندگی میں اپنے خاندان والوں کو اپنے لئے گریہ ونوحہ کرنے کا حکم دیا تھا۔''

تہذیب میں شیخِ طوسی نے یونس بن یعقوب سے اورانہوں نے حضرتِ ابوعبداللہ امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ مجھے میرے والد ابوجعفر امام محمدِ باقر علیہ السلام نے فرمایا ''میرے مال سے اتنا مال وقف کرنا ندبہ کرنے والوں کے لئے کہ وہ اس مال سے دس سال تک حج کے موقعے پر منیٰ میں میرے لئے ندبہ کریں۔''

اس روایت سے یہ کشف ہوتا ہے کہ امامؑ کا ہدف ومقصد عزاداری کروانا تھا کہ جس کے بارے میں آپؑ نے اپنے فرزند کو وصیت فرمائی تھی۔ اس سے آپؑ کا فقط مقصد یہ نہیں تھا کہ آپؑ کے غم میں فقط آنسو بہائے جائیں ورنہ منیٰ کے مقام کو خاص کرنا بے معنی ہو جائے گا لہٰذا اگر منیٰ کے خاص کرنے میں خاص بات نہ ہوتی تو ان کے لئے یہ آسان تھا کہ مکۂ مکرمہ میں میرے لئے ندبہ کرنے والوں سے ندبہ کروانا یا مدینۂ

Presented by Ziaraat.com

منورہ میں ندبہ کروانا لیکن آپؑ نے مکے اور مدینے میں ندبے کی وصیت نہیں کی بلکہ آپؑ نے منیٰ کے مقام پر اور وہ بھی حج کے موقعے پر ندبے کی وصیت کرنا وہ اس لئے نہیں ہے کہ آپؑ آنسو جاری کرنے کی وصیت کروا رہے تھے بلکہ آپؑ کا ارادہ یہ تھا کہ آپؑ کی مظلومیت کا پیغام پہنچے۔ اسی وجہ سے آپؑ نے اپنے فرزند سے حج کے موسم میں ندبہ کروانے کی وصیت فرمائی کیونکہ حج کے موقعے پر دور ونزدیک کے لوگ اس مقام پر جمع ہوتے ہیں تاکہ وہ اس کے منافعے کا مشاہدہ کریں کیونکہ عید کے دن لوگ جب منیٰ میں جمع ہوتے ہیں تو ان کا غرض ومقصد فقط یہ ہوتا ہے کہ اپنے حج کو پورا کریں۔ تو منیٰ میں وقوف خشوع وخضوع چاہتے ہیں تو اس صورت حال میں ندبہ اور عزاداری ان کے مزاج کے خلاف ہوتا ہے۔ خصوصاً ان ایام میں اور اس مقام پر ندبہ وعزاداری لوگوں کے مزاج کے ساتھ سازگار نہیں ہوتی اور یہ ندبہ وگریہ ان کے لئے ناگوار ہوتی ہے تو اس وقت ان کو گریہ سنانا، ندبے کی آوازوں کو ان کے کانوں تک پہنچانا زیادہ بہتر انداز میں پیغام رسانی ہوتی ہے تاکہ وہ منیٰ سے واپس جائیں اور اپنے اپنے شہروں میں چلے جائیں تو اس کو وہاں بیان کریں اور اسی وجہ سے امامؑ نے وصیت فرمائی تاکہ ان کے اذہان میں اس کی تکرار ہوتی رہے اور وہ اپنے شہر میں اس کا تذکرہ کریں اور اس کو نشر کریں۔ اس طریقے سے اس کو روکنا ممکن نہیں ہوگا اور اس کا جو ردِعمل ہے اس کو روکنا ممکن نہیں ہوگا۔

''المجالس السنیۃ'' میں دعبل الخزاعی نے حکایت کی ہے کہ میں حضرتِ امامِ علی بنِ موسیٰ الرضا علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں عاشورۂ محرم کے دن حاضر ہوا۔ میں نے آپؑ کو دیکھا کہ آپؑ غمزدہ بیٹھے ہوئے ہیں اور آپؑ کے اصحاب آپؑ کے اطراف موجود تھے۔ جب آپؑ نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ ''اے دعبل مرحبا تیرے لئے ہے کہ تو

Presented by Ziaraat.com

اپنی زبان اور ہاتھوں سے ہماری مدد کرتا ہے۔ پھر آپؑ نے میرے لئے اپنی مجلس میں جگہ بنائی اور مجھے اپنے پہلو میں جگہ دی۔ پھر آپؑ نے مجھے فرمایا: ''اے دعبل! میں چاہتا ہوں کہ آج میرے سامنے آپ ہماری مصیبت کے اشعار پڑھیں کیونکہ یہ دن ہم اہلِ بیت کے لئے بہت بڑا صدمے کا دن ہے اورغم کا دن ہے اور ہمارے دشمنوں کے لئےخصوصاً بنوامیہ کے لئے یہ دن بڑی خوشی کا دن ہے۔اے دعبل! جو شخص ہمارے غم میں روئے یا رلائے خواہ ایک فرد کو رلائے اس کا اجر خدا کے ذمے ہے۔

اے دعبل! جس شخص کی آنکھوں سے ہمارے غم میں آنسو جاری ہوں اور ہمارے دشمنوں کی طرف سے جو مصائب ہم پر وارد ہوئے ہیں ان مصائب کی وجہ سے وہ گریہ کرے خدا اس کو قیامت کے دن ہمارے گروہ میں محشور فرمائے گا۔

اے دعبل! جو شخص میرے جد امامِ حسین علیہ السلام کے مصائب میں گریہ کرے گا خدا اس کے گناہوں کو یقیناً معاف کردے گا۔"

پھر آپؑ اٹھے اور ہمارے اور اپنے حرم کے درمیان ایک پردہ نصب کیا اور آپؑ کے اہلِ بیت پردے کی دوسری جانب بیٹھ گئے تاکہ وہ اپنے جد حسین علیہ السلام کے غم میں گریہ کریں۔ پھر آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھے فرمایا: ''اے دعبل! اٹھو اور میرے جد حسین علیہ السلام کا مرثیہ پڑھو۔ پس تو ہمارا ناصر و مددگار ہے۔ جب تک زندہ رہو ہماری مدد کرنے میں کوتاہی نہ کرنا۔'' دعبل کہتے ہیں کہ میں نے رونا شروع کر دیا اور میرے آنسو بہنا شروع ہو گئے اور میں نے یہ اشعار پڑھے:

اَفَاطِمُ لَوْخِلْتِ الْحُسَیْنَ مُجَدَّلاً
وَ قَدْ مَاتَ عَطْشَاناً بِشَطِّ فُرَاتِ

Presented by Ziaraat.com

''اے فاطمہ سلام اللہ علیہا ہائے کاش آپ (س) اپنے حسینؑ کو دیکھتیں کہ آپ کا حسینؑ فرات کے کنارے پیاسا مارا گیا۔''

اِذَنْ لَلَطَمَتِ الْخَدَّ فَاطِمَۃ عِنْدَہٗ
وَاَجْرَیْتِ دَمْعَ الْعَیْنِ فِی الْوَجْنَاتِ

''پس فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اپنے چہرے کو پیٹا کہ فاطمہ (س) اس کے پاس تھیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔''

ابی مخنف نے اپنی کتاب مناقب میں ذکر کیا ہے کہ جب اہلِ حرم کی مستورات یزید کے گھر میں داخل ہوئیں تو آلِ معاویہ اور آلِ سفیان میں سے کوئی عورت ایسی نہیں تھی مگر یہ کہ اس نے روتے ہوئے اور بلند آواز سے گریہ کرتے ہوئے اور نوحہ پڑھتے ہوئے ان مستورات کا نے استقبال کیا اور انہوں نے اپنے قیمتی لباس اور زیورات کو بھی اتار دیا اور تین دن تک آپ کے غم میں ماتم اور ندبہ کرتی رہیں۔''

''جلاء العیون'' میں سید ابنِ طاؤس سے نقل ہے کہ ''جب امامِ حسین علیہ السلام کی مستورات اور ان کے خاندان والے شام سے واپس آئے تو جب وہ عراق کی سرحد پر آئے تو انہوں نے کہا کہ ہمیں اس راستے سے لے جایا جائے جو راستہ کربلا جاتا ہے۔ پس جب وہ کربلا کی سرحد پر آئے تو انہوں نے اس مقام پر جابر بن عبداللہ انصاری اور بنو ہاشم سے ایک جماعت اور آلِ رسولؐ سے کچھ مردوں کو دیکھا جو قبرِ امامِ حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے آئے تھے اور دونوں قافلے ایک ہی وقت پر کربلا وارد ہوئے تو دونوں قافلوں کی ملاقات اس حالت میں ہوئی۔ زور وشور اور بلند آوازوں سے گریہ ہو رہا تھا اور ماتم جاری تھا اور دلوں کو چیرنے والی عزاداری ہو رہی تھی اور بہت بڑی تعداد میں عورتیں وہاں جمع ہوگئیں اور ان سب نے مل کر تین دن تک یہ ماتم وندبہ

Presented by Ziaraat.com

اور عزاداری کو برپا کیا۔

''جلاء العیون'' میں نیز جنابِ زرارہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ امام ابوجعفر محمدِ باقر علیہ السلام نے وصیت کی کہ آٹھ سو درھم سے میرے لئے عزاداری کروائی جائے اور اس کو سنت میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''آلِ جعفر کے لئے کھانا تیار کرو کیونکہ وہ مصروف ہیں''

تاریخِ طبری میں نقل ہوا ہے کہ جب لوگ عبداللہ بنِ جعفرِ طیار کے پاس امامِ حسین علیہ السلام کی شہادت پر تعزیت کے لئے آئے تو اس وقت آپؑ اپنے مقام پر تشریف فرما تھے اور آپؑ نے یوں فرمایا:

''تمام حمد ہے اس خدا کی جس نے ہمیں امامِ حسین علیہ السلام کے مصائب سے عزت عطا فرمائی۔ ہم ان کے برابر تو نہیں ہو سکتے لیکن ان کے غم میں غمزدہ تو ہیں۔''

''ریاض الاحزان'' میں ذکر ہوا ہے کہ حضرتِ امیرالمومنین علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کی زوجۂ محترمہ ام البنین سلام اللہ علیہا جو حضرتِ عباس علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ہیں انہوں نے امامِ حسین علیہ السلام کے غم میں عزاداری کی اور آپ (س) کے پاس بنی ہاشم کی عورتیں جمع ہوگئیں اور انہوں نے امامِ حسین علیہ السلام اور ان کے اہل بیت کے غم میں ندبہ کیا اور ام المومنین، امِ سلمیٰ سلام اللہ علیہا نے گریہ کرتے ہوئے یوں فرمایا:

''جن لوگوں نے ایسا کیا ہے (یعنی امامؑ اور ان کے اہلِ بیت کو قتل کیا ہے) خدایا ان کی قبروں کو جہنم کی آگ سے بھر دے۔''

تاریخِ طبرسی، البدایۃ ابن کثیر، اللھوف اور امالی شیخِ صدوق ان کتابوں میں درج ہے کہ جب دربارِ یزید میں حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا نے خطبہ ارشاد فرمایا تو جو جو بھی دربارِ یزید میں تھا اس کو غم زدہ کر دیا اور اس نے رونا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ہر مرد

Presented by Ziaraat.com

اپنے ساتھی سے کہنے لگا کہ کیا ظلم ہے جو انہوں نے کیا ہے اور پھر یزید نے یہی بہتر جانا کہ اہلِ بیت کو اپنے دربار سے ایک خرابے کی طرف روانہ کرے جس میں وہ گرمی سے نہ ہی سردی سے بچ سکتے تھے۔ پس اہلِ بیت نے اس خرابے میں بھی تین دن تک متواتر گریہ و بکا و ندبہ و نوحہ خوانی اور ماتم داری کی۔

'محاسن البرقی'' میں ایک باب ہے جس کا نام ہے ''اَلْاِطْعَامُ لِلْمَاتَمِ''یعنی عزاداروں کو کھانا کھلانا۔ اس میں روایت درج ہے کہ جب امامِ حسین علیہ السلام کی مستورات شام کی قید سے رہائی حاصل کرنے کے بعد مدینہ واپس تشریف لائیں، تو خاندانِ رسالت کی شریف زادیوں نے سید الشہدا علیہ السلام کے غم میں ماتم داری اور عزاداری برپا کی اور انہوں نے سیاہ لباس زیبِ تن کئے۔ دن رات امامِ حسین علیہ السلام کے غم میں نوحہ کناں اور ماتم داری و عزاداری میں مصروف رہتی تھیں اور امامِ سجاد علیہ السلام ان کے لئے کھانا تیار کرواتے تھے۔

''الکافی'' میں علامہ ''کلینی'' نے حضرتِ امامِ صادق علیہ السلام سے روایت کو نقل کیا ہے کہ جب امامِ حسین علیہ السلام قتل ہوئے ان کی زوجہ ''الکلبیۃ'' آپؑ کے غم میں غم و عزاداری برپا کرتی تھیں اور خود بھی روتیں اور ان کے گریے سے دوسری مستورات بھی گریہ کرتیں۔ یہاں تک کہ مسلسل رونے سے ان کی آنکھوں سے آنسو خشک ہو کر ختم ہو گئے اور وہ ایسے ہی روتی رہتیں پھر انہوں نے اپنی کنیزوں میں سے ایک کنیز کو دیکھا کہ جو رو رہی ہے اور اس کے آنسو اس کے رخساروں پر جاری تھے تو انہوں نے اس کنیز کو طلب کیا اور اس سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے ہمارے درمیان فقط تو ایک ہے جس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں؟ تو اس نے جواب دیا مجھے جب بھی رونے میں دشواری محسوس ہوتی ہے تو میں ستو پانی میں ملا کر پیتی ہوں اور اس سے میرے آنسو

Presented by Ziaraat.com

جاری رہتے ہیں تو آپؑ فرماتے ہیں کہ پھر اس بی بی نے حکم دیا کہ میرے لئے بھی ستو تیار کئے جائیں اور کھانا تیار کیا جائے۔ پس اس بی بی نے کھانا بھی کھایا اور ستو بھی پیئے تو اس وقت یوں فرما رہی تھیں کہ اس کھانے اور ستو کے پینے سے ہمارا مقصد فقط یہ ہے کہ حسین علیہ السلام پر رونے کے لئے ہمارے اندر طاقت پیدا ہو جائے۔

بحار الانوار میں الکافی کے حوالہ سے روایت درج ہے جس میں ذکر ہوا ہے کہ حضرتِ رباب سلام اللہ علیہا جو امامِ حسین علیہ السلام کی زوجۂ محترمہ تھیں امامِ حسین علیہ السلام پر اس قدر گریہ کرتی تھیں کہ مسلسل گریے کی وجہ سے ان کے آنسو خشک ہو گئے تو پھر ان کی ایک کنیز نے آپ کو بتایا ستو پینے سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میرے لئے بھی ستو تیار کئے جائیں تاکہ میرے بھی آنسو مسلسل جاری رہیں۔

ائمہ علیہم السلام نے نا خود اور اپنے اہلِ بیت کے شہدائے کربلا پر ماتم برپا کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس اقامۂ ماتم کی طرف اپنے شیعوں کو بھی متوجہ کیا اور ان کو اس کی ترغیب دی۔ حتیٰ کہ امام محمدِ باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''خدا اس بندے پر رحم فرمائے جو کسی دوسرے بندے کے ساتھ ملے اور جب وہ دونوں ہمارے مصائب کو یاد کرتے ہیں تو ان کے ساتھ فردِ سوم فرشتہ ہوتا ہے جو ان دونوں کے لئے استغفار کرتا ہے اور جب دو افراد ہمارے ذکر کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے سامنے ان دونوں پر فخر کرتا ہے۔ پس جب تم جمع ہوتے ہو اور ہمارے ذکر میں مشغول ہوتے ہو اور اپنی اس مجلس میں ہمارے امر کو زندہ کرتے ہو اور ہمارے بعد سب سے افضل وہ بندہ ہے جو ہمارا ذکر کرے اور ہمارے امر کو یاد رکھے اور لوگوں کو ہمارے امر کی طرف دعوت دے۔''

امامِ جعفرِ صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فضل بن یسار سے فرمایا کہ کیا تم

Presented by Ziaraat.com

لوگ مجلس و محفل بر پا کرتے ہو اور ان میں گفت و شنید کرتے ہو؟ تو اس نے عرض کیا ہاں۔ آپؑ نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ میں تمہاری ان مجالس کو محبوب رکھتا ہوں جس میں ہمارے امر کو زندہ رکھا جائے کیونکہ یقیناً جو بندہ اس مجلس میں بیٹھے جس میں ہمارے امر کو زندہ رکھا جائے اس شخص کا دل اس دن مردہ نہیں ہوگا جس دن سب کے دل مردہ ہو چکے ہوں گے۔

''کامل الزیارات'' میں علامہ ابنِ قولویہ نے ''مالک الجھنی'' سے نقل کیا وہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ امام محمدِ باقر علیہ السلام نے مجھے فرمایا کہ جو عاشورہ کے دن تمہارے لئے ضروری ہے کہ حسین علیہ السلام پر ندبہ کرو اور گریہ کرو اور اپنے گھر میں اہلِ خانہ کو بھی اس کے بارے میں حکم دو کہ اپنے گھر میں حسین علیہ السلام پر گریہ کریں اور اپنے گھر میں آپؑ کے غم میں عزاداری برپا کریں اور اس دن ایک دوسرے سے حسین علیہ السلام کے غم میں گریہ کرتے ہوئے ملاقات کرو اور ایک دوسرے کو حسین علیہ السلام کے غم کی تعزیت پیش کرو اور اگر تم نے ایسا کیا تو میں ضامن ہوں کہ خدا تم کو دو ہزار حج اور دو ہزار عمروں اور دو ہزار اس غزوں کا اجر و ثواب دے گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام کے ساتھ انجام دیئے ہوں۔

بعض احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورتوں کا رونا تمام معصومینؑ پر خواہ ان کی آوازیں اجنبی مرد سن رہے ہوں تب بھی شریعت میں مباح ہے بلکہ محبوب ہی ہے۔ پس حضرتِ امامِ باقر علیہ السلام نے وصیت فرمائی تھی کہ منیٰ میں میرے لئے ندبہ کرنے والے فراہم کئے جائیں تا کہ وہ میرے لئے ندبہ کریں تو منیٰ میں ایک ہی میدان میں مرد اور عورتیں اکٹھی ہوتی ہیں اور تمام ایک دوسرے کی آوازوں سے مطلع ہوتے ہیں اور ہر ایک کی آوازیں غیر مساوی بلند ہوتی ہیں اور امامؑ کا اس ندبے کی وصیت سے

Presented by Ziaraat.com

ہدف بھی یہ تھا کہ لوگ ان ندبہ کرنے والی عورتوں کی آوازیں سنیں اور پھر ان سے ندبہ کرنے کی وجہ کے بارے میں سوال کریں اور سوال کریں کہ عید کے ایام میں کس پر ندبہ کررہی ہیں تا کہ وہ میری مظلومیت سے آگاہ ہوں اور ظالم کے ظلم سے آگاہ ہوں اور جب یہ اپنے علاقے میں واپس جائیں تو لوگوں کو حکام کے ظلم کے بارے میں بیان کریں کہ ان ظالموں نے جان بوجھ کر ایک بے گناہ و بے جرم نبی زادے کو زہر دے کر شہید کردیا ہے۔

حضرتِ زینب بنتِ علی سلام اللہ علیہا دشمنوں کے درمیان کربلا سے شام تک ہر مقام پر اپنے بھائی حسین علیہ السلام پر بلند آواز سے ندبہ کرتی رہیں اور گیارہ محرم کو خصوصاً حتیٰ کہ آپؑ کا ندبہ مشہور ہوگیا۔ جیسا کہ علامہؒ مفید ابنِ طاؤسؒ نے اس کو نقل کیا ہے کہ جب ظالموں نے ان مستورات کو ان کے مقتولوں کے مقتل سے گزارا تو ان مستورات نے چیخیں مارنا شروع کیں اور اپنے چہروں پر ماتم کرنا شروع کردیا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ خدا کی قسم میں زینب بنتِ علی سلام اللہ علیہا کو فراموش نہیں کر سکا کہ جب وہ امامِ حسین علیہ السلام پر ندبہ کررہی تھیں اور اس دردناک آواز سے جو دلوں کو چیر رہی تھی اس آواز میں نوحہ کررہی تھیں اور وامحمداہ واعلیاواحسیناہ کی صدا بلند کررہی تھیں۔ اور آپ(س) کی اس دردناک ندبہ کو سن کر ہر دوست و دشمن رونا شروع ہوگیا۔ حتیٰ کہ گھوڑوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔ جیسا کہ علامہؒ طریحی نے اپنی کتاب ''منتخب'' میں ذکر کیا ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرتِ سکینہ بنتِ حسین سلام اللہ علیہا اپنے بابا حسین علیہ السلام کے لاشے سے چمٹ گئی تھیں اور بلند آواز سے ندبہ کررہی تھیں تو عربوں کی ایک جماعت جمع ہوگئی اور انہوں نے آپ(س) کو اس لاشے سے زبردستی جدا کیا۔

Presented by Ziaraat.com

امامِ زمانہ حضرتِ امامِ منتظرؑ زیارتِ ناحیہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب مستورات نے گھوڑے کو دیکھا کہ اس کی گردن جھکی ہوئی ہے اور اس کی زین ڈھلی ہوئی ہے تو مستورات اپنے اپنے خیموں سے باہر آ گئیں اور ان کے بال ان کے رخساروں پر تھے اور اپنے رخساروں پر ماتم کر رہی تھیں اور بلند آوازوں سے کہہ رہی تھیں وامحمداہ!

مقتلِ خوارزمی میں ہے کہ حضرتِ امِ کلثوم بنت علی سلام اللہ علیہا ڑ بلند آواز سے ندبہ کرتے ہوئے یوں کہہ رہی تھیں کہ وامحمداہ وابتاہ۔

''حماد الکوفی'' کی روایت میں ہے کہ حضرتِ امامِ صادق علیہ السلام نے مجھے فرمایا: ''مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ میرے بابا ابوعبداللہ حسین علیہ السلام کی قبرِ اطہر پر کوفہ واطراف کے مرد وزن آتے ہیں اور وہ آ کر میرے بابا کا ندبہ کرتے ہیں اور یہ نصفِ شعبان کو ہوتا ہے۔ پڑھنے والے پڑھتے ہیں بیان کرنے والے بیان کرتے ہیں، ندبہ کرنے والے ندبہ کرتے ہیں اور مرثیہ پڑھنے والے مرثیہ پڑھتے ہیں؟'' میں نے عرض کیا: ''اے فرزندِ رسولؐ ہاں! ایسے ہی ہے جیسا کہ آپؑ نے بیان فرمایا ہے۔ میں نے اس میں سے بعض کا مشاہدہ کیا ہے۔'' تو پھر آپؑ نے فرمایا: ''تمام حمد ہے اس خدا کی جس نے ہمارے شیعوں میں ان کو قرار دیا جو ہمارے اوپر فدا ہوئے اور جو ہماری مدحت کرتے ہیں اور ہمارے لئے مرثیہ ونوحہ پڑھتے ہیں اور ہمارے دشمنوں میں ان کو قرار دیا جو ہماری قربت کی وجہ سے ہمارے چاہنے والوں پر طعن کرتے ہیں اور ہمارے دشمنوں کی طرف ان کو تبدیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ہمارے دوستوں کے ماتم وغیرہ کو برا قرار دیتے ہیں۔''

یہ حدیث ندبہ کرنے والیوں کو جرأت اور حوصلہ دیتی ہے جو مردوں کے مجمے میں

Presented by Ziaraat.com

امامِ حسین علیہ السلام پر بلند آواز سے گریہ و ندبہ کرتی ہیں اور خصوصاً پندرہ شعبان کو امامِ حسین علیہ السلام پر ندبہ کرتی ہیں۔

''اعتراض''

شعائرِ حسینیہ کے مخالف یوں استدلال کرتے ہیں کہ عورتوں کی وہ بلند آوازیں جو غیر مرد سنیں وہ حرام ہیں کیونکہ عورت کی آواز بھی عورت ہی ہے۔

جواب:

عورت کی آواز عورت نہیں ہے عورت کی وہ آواز جس کو دوسرے مردوں سے چھپانا واجب ہے عورتوں کی وہ آواز ہے جو پیار اور نرم لہجے میں بولنا یا گلے میں آواز کو گھمانا ہے یا عورتوں کی سروالی آواز ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ ۚ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا

''اے نبیؐ کی بیویو! تم کسی عام عورت کی مانند نہیں ہو لہٰذا اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے لہٰذا کسی آدمی سے لگی لپٹی باتیں نہ کرنا کہ جس کے دل میں بیماری ہو اسے لالچ پیدا ہو جائے اور ہمیشہ نیک باتیں کیا کرو۔''[1]

پس ناز، فخر اور نرم اور پیار کی باتیں حرام ہیں کیونکہ یہ حرام کی طرف دعوت دیتی ہیں لیکن مطلق عورت کی دوسروں سے بات کرنا حرام نہیں ہے۔ ورنہ نبیؐ کی بیویوں کو

---

[1] سورہ احزاب آیت نمبر: ۳۲

Presented by Ziaraat.com

عام عورتوں کی مانند کی بات کرنے کی اجازت نہ دیتا اور اس آیت میں نبیؐ کی مستورات کو عام عورتوں کے برابر نہ قرار دیتا جیسا کہ اس آیت میں ذکر ہوا ہے۔

''وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ...''

''اور جب تم نبی کی بیویوں سے کسی چیز کے بارے میں سوال کرو تو پردے کے پیچھے سے سوال کرو''

پس اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ فقط کسی کا نبی کی بیویوں سے سوال کرنا نقصان دہ نہیں ہے جو خطرناک ہے وہ بغیر پردہ کے سوال کرنا ہے کیونکہ بغیر پردے کے عورت کے چہرے پر نظر پڑنے کا امکان ہے۔ نہ اس وجہ سے کہ ان کی آواز کا سننا خطرناک ہے۔

سیرتِ نبویہ مقدسہ کی کتب اس سے بھری ہیں کہ آپؐ دردمند عورتوں کے نوحہ و بکا کی آوازیں سنتے تھے۔ وہ عزادہ ہوتی تھیں اور آپؐ ان کی میتوں کے لئے بھی رحم کی دعا کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ آپؐ نے نوحہ پڑھنے والی عورتوں کو اپنے چاچا حمزہؑ کی شہادت پر نوحہ پڑھنے اور گریہ و بکا کرنے کا حکم دیا تھا کہ جو سیدالشھدا تھے اور ان نوحہ وندبہ کرنے والی عورتوں میں آپؐ کی بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہا اور آپؐ کی پھوپھی صفیہ بھی شریک تھیں اور ایسا حنین کی جنگ میں بھی ہوا۔ تمام وہ اصحاب جو اس جنگ میں شریک تھے وہ سب موجود تھے اور انہوں نے روایت بیان کی۔ نیز ساری رات سارا دن حضرتِ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اپنے باباؐ پر گریہ اور ندبہ کرتی رہتی تھیں۔ یہاں تک کہ مدینے کے لوگ پریشان اور تنگ ہو گئے اور انہوں نے علی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ زہرا سلام اللہ علیہا سے کہیں کہ وہ دن کو روئیں تا کہ ہم رات کو آرام کر سکیں یا رات کو ندبہ کریں تا کہ ہم دن کو سکون کر سکیں۔

Presented by Ziaraat.com

بلکہ کافی زیادہ روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ کربلا کے مظلوموں کے غم میں گریہ وندبہ کرنا اور چیخنا اہلِ بیتِ نبی کے نزدیک محبوب تھا۔ حتیٰ کہ امامِ جعفرِ صادق علیہ السلام نے ان ندبہ کرنے والی عورتوں کے لئے دعا فرمائی جو معاویہ بن وہب کی حدیث میں ذکر ہوتی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ امامِ صادق علیہ السلام نے یوں فرمایا: ''اے اللہ یہ جو آوازیں ہمارے غم میں بلند ہورہی ہیں ان پر رحم فرما۔''

العرفہ کا معنی قاموس میں جو ذکر ہوا ہے وہ بلند آواز جو شدید بلند ہو اور یہ فقط دعا میں عام استعمال ہوا ہے جو عورت اور مرد دونوں کو شامل ہے۔

''عیون الرضا'' میں شیخِ صدوق نے روایت کو نقل کیا ہے کہ جب دعبل بن علی الخزاعی نے وہ مشہور مرثیہ امامِ رضا علیہ السلام کے سامنے پڑھا اور جب وہ اس شعر پر آیا:

اَفَاطِمُ لَوْخِلْتِ الْحُسَیْنَ مُجَدَّلاً

وَ قَدْ مَاتَ عَطْشَاناً بِشَطِّ فُرَاتِ

اِذَنْ لَلَطَمْتِ الْخَدُّ فَاطِمَۃَ عِنْدَہٗ

وَاَجْرَیْتِ دَمْعَ الْعَیْنِ فِی الْوَجْنَاتِ

تو اس شعر پر مستورات نے اپنے چہروں پر ماتم شروع کردیا اور پردے کے پیچھے سے ان کی آوازیں بلند ہوئیں اور خود امامِ رضا علیہ السلام نے بھی شدید گریہ کیا حتیٰ کہ آپؑ پر دو مرتبہ غش طاری ہوگیا۔

''ابوالفرج الاصفہانی'' نے اپنی کتاب ''الاغانی'' میں اپنی سند کے ساتھ روایت کو نقل کیا ہے کہ جب حمیری حضرتِ امام جعفرِ صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے اپنی مستورات کو پردے کے پیچھے بٹھا دیا پھر آپؑ نے حمیری کو حکم دیا کہ میرے جد حسین علیہ السلام کا مرثیہ پڑھو۔ پس اس نے بہت زیادہ اشعار مرثیہ کے پڑھے۔

Presented by Ziaraat.com

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ امامِ جعفرِ صادق علیہ السلام کے رخساروں پر آنسو جاری تھے اور آپؑ کے گھر سے چیخوں کی آوازیں بلند ہوئیں یہاں تک کہ آپؑ نے رکنے کا حکم دیا تو وہ رک گیا۔

''الکامل'' میں ابوہارون المکفوف سے روایت نقل ہوئی ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ میں حضرتِ ابوعبداللہ امامِ صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس آپؑ نے حکم دیا کہ آپ میرے جد حسین علیہ السلام کا مرثیہ پڑھیں۔ پس میں نے مرثیے کے اشعار شروع کر دیے۔ آپؑ نے فرمایا: ''نہیں ایسے نہیں بلکہ اس طرح پڑھو جیسے تم لوگوں میں پڑھتے ہو اور ایسے جیسے ان کی قبر کے پاس مرثیہ پڑھتے ہو ویسے پڑھو۔ تو میں نے پھر یہ شعر پڑھا۔''

أُمْرُرْ عَلٰی جَدَثِ الْحُسَیْنِ
وَ قُلْ لِاَعْظُمِهِ الزَّكِیَّةِ

پس آپؑ نے گریہ شروع کر دیا اور جب آپؑ نے گریہ شروع کیا تو میں خاموش ہو گیا تو آپؑ نے فرمایا جاری رکھو۔ میں نے پھر پڑھا اور پھر آپؑ نے فرمایا اور پڑھو میں نے پھر یہ شعر پڑھا:

''مَرْیَمُ قُوْمِیْ وَاُنْدُبِیْ مَوْلَاكِ
وَعَلَی الْحُسَیْنِ فَاَسْعِدِیْ بِبُكَاكِ''

پس آپؑ نے گریہ کیا اور عورتیں مضطرب ہو گئیں۔

نیز الکامل میں عبداللہ بن غالب سے روایت نقل ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ میں حضرتِ امام ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور میں نے حسین ابن علی علیہ السلام کے غم میں مرثیہ پڑھا اور جب میں اس شعر پر آیا:

Presented by Ziaraat.com

فَیَا لَیْلَةِ یَکْسُو حُسَیْناً
بِمَسْفَسَاهُ الثِرَی عفر التُرَابِ

پردے کے پیچھے سے عورتوں کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں اور بلند آواز سے انہوں نے کہا یا ابتاہ!

یقیناً حضرتِ فاطمۃ الزہر سلام اللہ علیہا جب گھر سے مسجد میں تشریف لائیں تا کہ ابوبکر سے اپنے حق کے بارے میں احتجاج کریں تو آپ (س) اس طرح دربار میں کراہیں کہ سارا دربار آپ (س) کے لئے رونا شروع ہو گیا اور جب آپ (س) کا خطاب دربار میں مکمل ہوا تو آپ (س) اپنے باباؐ کی قبر کی طرف گئیں اور آپ (س) نے قبر کی مٹی کو ہاتھ میں لیا اور آپؐ سے شکوہ کیا اور اس کے بعد یہ شعر پڑھا:

مَاذَا عَلیٰ مِنْ شَمِّ تُرْبَةِ اَحْمَدَ
اَن لَّا یَشُمَّ مَدَی الزَّمَانِ غَوَالِیَا

روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرتِ زہر سلام اللہ علیہا اپنے باباؐ کی وفات کے آٹھ دن بعد رات کے وقت اپنے باباؐ کی قبر پر تشریف لائیں اور آپ سلام اللہ علیہا نے اس قدر بلند آواز سے گریہ کیا اور چیخ ماری کہ ساری عورتیں اپنے گھروں سے نکل آئیں اور مائیں اور بچے گھروں سے نکل آئے اور چاروں طرف سے لوگ چیخیں مار مار کر روتے ہوئے آنا شروع ہو گئے۔ چراغوں کو بجھا دیا تا کہ عورتوں کے چہرے نظر نہ آئیں۔

روایات میں ہے کہ جب امیرالمومنین علی بنِ ابی طالب علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو جنابِ زینب سلام اللہ علیہا و تمام عورتیں روتی ہوئی باہر آ گئیں اور ان عورتوں نے اپنے گریبان چاک کر دیئے اور اپنے رخساروں پر ماتم کرنا شروع کر دیا اور ان میں رونے کی چیخیں بلند ہوئیں۔ یہاں تک کہ لوگ پریشان ہو کر گھروں سے نکل آئے اور

Presented by Ziaraat.com

سب نے بلند آوازوں سے چیخ چیخ کر رونا شروع کر دیا۔ سارا کوفہ آپؑ کی شہادت کی وجہ سے مغموم ہو گیا۔

یہ ساری روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ عورتوں کا مردوں کی موجودگی میں ندبہ کرنا جائز ہے اور اس جواز کی دلیل یہ ہے کہ خود حضرتِ زہرا سلام اللہ علیہا نے ایسے کیا ہے اور اس کو کافی معصومین نے نقل کیا ہے اور ان کے حرم اور دوسری عورتوں نے بھی ایسے ہی کیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کافی ادلہ موجود ہیں جو بیان کرتی ہیں کہ بغیر ضرورت کے بھی عورتوں کی آوازوں کا سننا جائز ہے۔

''الکافی'' میں ابو بصیر سے روایت نقل ہوئی ہے کہ میں حضرتِ امام ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ امِ خالد نے آپؑ سے اذن طلب کیا۔ وہ عورت تھی جس سے یوسف بن عمر نے قطع کیا تھا (یعنی اس نے لاتعلقی کا اعلان کیا تھا) پس ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: کہ کیا تیرے لئے اس کی باتوں کو سننا ممکن ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں میں سن سکتا ہوں تو آپؑ نے مجھے حکم دیا کہ اس عورت کو اجازت دو اور اس کو چٹائی پر بٹھاؤ۔ راوی بیان کرتا ہے کہ پھر وہ عورت اندر داخل ہوئی اور اس نے گفتگو شروع کی۔ پس وہ ایک بلیغ عورت تھی۔

پس اگر بلا ضرورت عورت کی آواز سننا حرام ہوتا تو امامؑ ابو بصیر کو اس عورت کی بات سننے کی اجازت کیوں دیتے؟

حتیٰ کہ اگر عورتوں کی آوازوں کو سننا حرام بھی ہو تب بھی عورتوں کا وہ ماتم جس میں آوازیں بلند ہوتی ہیں اور ان کو اجنبی مرد سنتے ہیں وہ حرام نہیں ہے بلکہ ماتم قطعاً مستحب ہے کیونکہ حرمتِ خارجی جو کسی عنوان سے ملا ہوا ہے اس سے خارج نہیں کرتی ہے۔ یعنی خارجی حرمت اصل چیز کو اباحت کے عنوان سے خارج نہیں کرتی۔ اس کی

Presented by Ziaraat.com

دلیل وہ روایت ہے جس کو ''الکافی'' میں صحیح سند کے ساتھ حضرت زرارہ سے نقل کیا گیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرتِ ابوجعفر علیہ السلام ایک قریشی مرد کے جنازے میں شریک تھے اور میں بھی ان کے ساتھ موجود تھا۔ شرکت کرنے والوں میں ''عطا'' نامی عورت بھی موجود تھی۔ پس اس نے چیخ چیخ کر بلند آواز سے رونا شروع کر دیا۔ پس آپؑ نے کہا کہ عطا یا تو خاموش ہوجا یا واپس چلی جا۔ پس وہ خاموش نہ ہوئی لیکن وہ واپس چلی گئی۔ تو میں نے ابوجعفر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ عطا چیختی ہوئی واپس چلی گئی ہے اور اسی جگہ چلی گئی ہے جہاں سے بلند آواز سے اس نے رونا شروع کیا تھا پس آپؑ نے فرمایا: ''ہمیں بتاؤ اگر ہم کسی باطل چیز کو دیکھیں اور اس کو نہ روکیں تو گویا ہم نے حق کو ترک کر دیا ہے؟ ہم نے حق مسلم کو کم نہیں کیا۔''

پس ماتم مردوں کا ہو یا عورتوں کا یہ جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔ خواہ وہ ماتم اس کا سبب بنے کہ اجنبی مرد غیر محرم عورتوں کی آوازیں سنیں۔

Presented by Ziaraat.com

کالا لباس غم میں زیبِ تن کرنا

کالا رنگ سب رنگوں میں گہرا ہے اور اس کی طرف دیکھنا ہی نفس انسان میں رنج و غم کو پیدا کرتا ہے۔ یہ رنگ طبیعی طور پر مصیبت وحزن کا رمز شمار ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے تمام وہ لوگ جو غم زدہ ہوتے ہیں وہ ہمیشہ کالی قمیض ہی زیبِ تن کرتے ہیں اور یہ ان کا کام شعور دیتا ہے کہ یہ حضرات غم زدہ ہیں اور یہ عادت قبل از اسلام بھی تھی اور بعد از اسلام بھی جاری وساری ہے اور یہ عادت فقط مسلمانوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ غیرِ مسلم میں بھی یہ عادت پائی جاتی ہے۔ فارس وروم وروس اور جرمنی وغیرہ میں بھی یہ عادت پائی جاتی رہی ہے کہ وہ اس غم کی حالت میں اپنے پرچموں کے سروں کو کالے رنگ سے رنگین کرتے ہیں۔ خصوصاً جب زلزلہ آئے یا ان کی کوئی کشتی غرق ہو جائے یا کسی جنگ میں ان کو نقصان اٹھانا پڑتے اور ایسے ہی ان علاقوں کے لوگ اپنے قریبی یا دوست کی موت پر اپنے سروں پر سیاہ پٹیاں باندھ لیتے ہیں۔

شعیانِ حیدرِ کرار نے شعائرِ حسینیہ میں سے جو چیزیں اپنے اسلاف سے میراث میں پائی ہیں ان میں ایک چیز غمِ حسین علیہ السلام میں کالے کپڑے پہننا اور اپنے عزاخانوں اور گھروں کی دیواروں کو کالے کپڑوں سے ڈھانپنا ہے اور یہ سب کچھ کربلا والوں کے غم کے اظہار کے لئے ہے اور یہ ہمارا کام دنیا والوں کے سامنے اس حزن وغم کا شعور دینا ہے اور ہمارا یہ کام ہی دنیا والوں کے دلوں تک غم وحزن سرایت کرنے کے لئے

Presented by Ziaraat.com

کافی ہے اور امامِ مظلوم و شہید علیہ السلام کے مشن اور ثورہ کو غم حزن کے ذریعے زندہ رکھنے کے لئے کافی ہے تو جیسے کالے کپڑے زیبِ تن کرنا یہ زیبِ تن کرنے والے کے نفس میں غم و حزن کی تاثیر رکھتا ہے اور یہ تاثیر ایسی قوی ہوتی ہے کہ ان کے اعصاب میں بجلی جیسی طاقت سے دوسروں کو اس غم کی اطلاع کرتی ہے۔ یہ ان کو ہمیشہ اطلاع دیتی ہے کہ یہ لوگ غمِ کربلا میں غم زدہ ہیں اور اس دائمی غم سے متاثر ہیں اور حسین علیہ السلام اور ان کے اہداف نے ان کو گھیرے میں لیا ہوا ہے۔ ایسے ہی یہ اطلاع دیتا ہے کہ یہ لوگ یزید اور یزیدیت کی ضد ہیں۔ اس کے اہداف و مقاصد کے خلاف برسرِ پیکار ہیں اور یہ کالا رنگ رونے کی مانند اثر انداز ہوتا ہے۔

کالا لباس رونے اور غم و حزن کے ساتھ ہے اور دوسرے رنگوں کے مقابل میں ممتاز ہے کیونکہ رونا غم و حزن کے فوری بروقت جلدی جلدی اظہار کا سبب ہے۔ پھر جب کالا لباس زیبِ تن کر لیا جاتا ہے تو یہ لباس خود دیکھنے والوں کو ہدایت کرتا ہے کہ یہ غم زدہ ہے اور اس کا دل بھی متواتر غم زدہ ہے اور ہمیشہ اس غم کی طرف متوجہ ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے گھڑی کی سوئی کا متواتر چلنا وقت کے جاری رہنے کی علامت ہے ایسے ہی کالا لباس غمِ حسین علیہ السلام میں غمِ حسین علیہ السلام کے متواتر جاری رہنے کی علامت ہے۔

جبکہ کالا لباس عرف میں شعار و رمز ہے کہ اس لباس والا مصیبت و غم و حزن میں مبتلا ہے تو یہ طبیعی ہے۔ یہ کام امامِ حسین علیہ السلام کی شہادت کو یاد رکھنے اور اس یاد کو قائم رکھنے کے لئے ہے۔ یہ کالا لباس نہ فقط مباح ہے بلکہ مستحب ہے اور اس کی دلیل وہ عمومات ہیں جو بیان کرتے ہیں کہ ندبہ کرنے والا ہر سال ندبہ کے لئے اس عزم کا تجدیدِ عہد کرتا ہے لیکن اس مقام پر ایک رائے یہ بھی ہے کہ کالے لباس کا زیبِ تن کرنا حرام

Presented by Ziaraat.com

ہے۔ اس رائے والوں نے ان روایات کا سہارا لیا ہے جو اس پر دلالت کرنے کے لئے ناکافی ہیں کیونکہ ان میں سے بعض روایات بھی اس پر دلالت کرنے سے قاصر ہیں اور بعض کی سند میں تصور ہے اور بعض روایات میں یہ دونوں عیب موجود ہیں۔ دلالت میں بھی تصور ہے اور سند میں بھی۔

حدائق الشیعہ میں ان تمام روایات کو نقل کیا ہے اور ان کو نقل کرنے کے بعد علامہ تحریر فرماتے ہیں کہ ان روایات میں سے کوئی بھی اس بات کے لئے سند نہیں ہے کہ غمِ حسین علیہ السلام میں اس لباس کا زیبِ تن کرنا حرام ہے لہٰذا بعید نہیں ہے کہ ماتمِ حسین علیہ السلام میں کالا لباس زیبِ تن کرنا اس حرمت سے مستثنیٰ ہو اور یہ استثنا ان روایات کی وجہ سے ہے جو اس حدِ استفاضہ تک ہیں جو بیان کرتی ہیں کہ حزن و غمِ امامِ حسین علیہ السلام پر اظہار کرنا ضروری ہے۔

نمازی اور غیر نمازی کے لباس کے بارے میں جو تمام روایات ذکر ہوئی ہیں ان تمام کو اگر ملاحظہ کیا جائے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سب رنگوں میں سے افضل ترین رنگ سفید ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر رنگ میں کسی نہ کسی قسم کی کراہت ضرور پائی جاتی ہے۔ تو کالا رنگ جو سب سے زیادہ سخت اور گہرا ہے وہ سب سے زیادہ مکروہ ہے لیکن ہر مکروہ جائز ہوتا ہے کیونکہ جو بھی مکروہ ہے اس میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور پائی جاتی ہے۔ ورنہ اگر اس میں بالکل مصلحت نہ پائی جاتی تو خدا اس کو ضرور حرام قرار دیتا تو اس کو مکروہ قرار دینا دلیل ہے کہ اس میں کوئی مصلحت ضرور پائی جاتی ہے۔

بعض روایات میں کالے لباس کی ممنوعیت کے بارے میں علت بیان ہوئی ہے۔ یہ علت کا بیان کر دینا ہی کافی ہے کہ ان روایات کو کراہت پر حمل کیا جائے کیونکہ فقہ میں یہ ثابت ہے کہ علت کا روایت میں ذکر ہونا کراہت پر حمل کرنے کی امارتِ اشارہ

Presented by Ziaraat.com

ہے اوراس کے مقابل میں اگر روایات میں کسی حکم وامر کی تعلیل بیان کی جائے تو اس کو استحباب پر حمل کرنے کی امارات ونشانی ہے (اس قانون پر عمل سے ان روایات کو کراھت پر حمل کرنا بہتر ہے)۔اس کے علاوہ ان روایات میں جو علت ذکر کی گئی ہے وہ بذاتِ خود حرمت کے لئے دلیل ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی کیونکہ کسی چیز کا لباس ہونا یا کسی زبان کا اہلِ جہنم کی زبان ہونے سے ثابت نہیں ہوتا کہ اس جیسی چیز دنیا میں حرام ہے لہٰذا بعض روایات میں ذکر ہوا ہے کہ فلاں لغت اہلِ جہنم کی زبان ہے یا بعض روایات میں اہلِ جہنم کی دعائیں کرنے کے بارے میں ذکر ہوا ہے اور اس کے علاوہ بھی کافی چیزیں اہلِ جہنم کے لئے ثابت ہیں تو کیا ان کی مثل چیزوں کو دنیا میں حرام قرار دیا جائے؟ پس اگر کوئی چیز اہلِ جہنم کے لئے ہے اوراس کا ہونا ہی اس کی مثل دنیا والوں کے لئے حرمت ثابت کر دی جائے تو دنیا میں اکثر مباح بلکہ بعض مستحب بھی حرام ہو جائیں گے حالانکہ شرع وفقہ میں ان کی حرمت ثابت نہیں ہے۔

علاوہ ازیں اگر اہلِ جہنم کا لباس دنیا میں حرام ہو جائے گا تو دنیا والوں کے لئے آگ سے استفادہ کرنا بھی حرام ہونا چاہیے کیونکہ آگ بھی تو اہلِ جہنم کے عذاب کی زیادتی کا سبب بنتی ہے۔ایسے ہی بعض روایات میں بعض کلمات کفر کے تلفظ کی نسبت وارد ہوئے ہیں۔تو کلمات کا زبان پر ذکر حرام ہونا چاہیے کیونکہ کلمات بھی ان کی مثل ہیں۔ یہ سب کچھ ہونے کے باوجود یہ تمام روایات جو بیان کرتی ہیں کہ کالا لباس مکروہ ہے ان کا انحراف صرف کالے لباس کع اپنی عادت قرار دینے کی طرف ہے جیسا کہ فرعون نے اپنے لئے کالے لباس کو عادت قرار دیا تھا اوراس کی قوم کے سردار ور ہبان کی یہ عادت تھی۔ جیسے کہ بنو عباس والے ایسے کرتے رہے جیسا کہ بعض روایات میں اس کو بیان کیا گیا ہے،جن کو وسائل میں ذکر کیا گیا ہے۔

Presented by Ziaraat.com

حضرتِ امیر المومنین علی علیہ السلام سے نقل ہوا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ”کالا لباس نہ پہنو کیونکہ یہ فرعون کا لباس ہے۔“ یہ فرمان بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ کالے لباس کو اپنی عادت قرار دو جیسے کہ فرعون نے کیا۔ پس کالے لباس کو عادی لباس قرار دینا یہ مکروہ ہے نہ کہ مطلق کالا لباس مکروہ ہے۔

پس ان تمام روایات کی دلالت منحصر ہے اس میں کہ کالے لباس کو عادت قرار دینا اور اپنا شعار قرار دینا یہ مکروہ ہے کیونکہ کالے لباس کو اپنی عادت قرار دینا یہ دشمنان خدا کی نشانی ہے لیکن مصیبت وغم وحزن کی وجہ سے اس لباس کو زیب تن کرنا کچھ مدت کے لئے یا محدود وقت کے لئے یہ مکروہ نہیں ہے جیسا کہ روایات میں یہ ائمہ علیہم السلام سے بھی ثابت ہے۔

پس ان روایات سے مطلق کراہت ثابت نہیں ہے بلکہ اس صورت میں کراہت ثابت ہے جب اس کو عادت وشعار قرار دیا جائے۔ حتیٰ کہ اگر یہ روایات تمام صحیح ہوں اور صراحت سے بیان کریں کہ کالا لباس حرام ہے تب بھی واجب ہے کہ ان کی تاویل کی جائے اور ان کو کراہت پر حمل کیا جائے اور وہ بھی عادت وشعار کے طور پر کالے لباس کو قرار دینا ہے کیونکہ ان کے مقابل میں اکثر روایات میں جو بیان کرتی ہیں کہ ائمہ علیہم السلام نے مصیبت وغم کے وقت کالا لباس زیبِ تن فرمایا تھا۔ حتیٰ کہ بعض روایات میں غیرِ مصیبت کی صورت میں بھی کالا لباس زیب تن کیا تھا۔

مستدرک الوسائل میں روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کالا لباس زیبِ تن فرمایا تھا۔

امالی میں شیخِ صدوق نے حضرتِ امامِ صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے: ”ایک دن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے تو آپؐ نے کالا قمیض زیب تن فرمایا ہوا تھا

Presented by Ziaraat.com

توکسی نے آپؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ کالا قمیض آپؐ کو کس نے زیبِ تن کروایا؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ ''میرے حبیب و دوست نے مجھے یہ زیبِ تن کروایا ہے''

مستدرک اور امالی میں جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ خمیص ہے اور یہ وہ ریشم ہے جو کالا نشانی والا ہو۔

مصباح میں ہے کہ خمیص وہ کالی چادر ہے جو طرفین سے بنی ہوئی ہو اور یہ ریشم کی ہوتی ہے۔ منجد میں ہے کہ خمیصہ خمیص کی مونث ہے اور یہ وہ کالا کپڑا ہوتا ہے جو مربعہ ہو۔

مصباح الفقہ میں معاویہ بن عمار نے حضرتِ ابوعبداللہ علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے آپؑ سے سنا کہ آپؑ فرما رہے تھے کہ مکے میں ایک دن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرمِ مکہ میں داخل ہوئے تو انؐ کے سر پر کالا عمامہ تھا اور آپؐ کی کمر کے ساتھ اسلحہ تھا۔

مستدرک الوسائل میں عوالی اللئالی کے حوالہ سے روایت نقل ہوئی ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرِ اقدس پر کالا عمامہ ہوتا تھا جس کے ساتھ وہ نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔

امیر المومنین علیہ السلام بھی کالا عمامہ سرِ اقدس پر رکھا کرتے تھے۔

مستدرک الوسائل میں ابوظبیان سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ علی علیہ السلام ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپؑ کے جسمِ اطہر پر ایک لنگر تھی جو زرد رنگ کی تھی اور ایک چادر تھی جو کالے رنگ کی تھی۔

حضرتِ امامِ حسن علیہ السلام نے امیر المومنین علی علیہ السلام کی شہادت کے غم میں کالا لباس زیبِ تن فرمایا۔

Presented by Ziaraat.com

ناسخ التواریخ کی وہ جلد جو امامِ حسن علیہ السلام کی حیاتِ مقدسہ کے بیان کے ساتھ خاص ہے اس میں ذکر ہوا ہے کہ جب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو دفن کر دیا گیا اور ان کے قاتلِ ملعون کو قتل کر دیا گیا تو اس وقت حضرتِ ابنِ عباس کوفہ کی مسجد میں لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''اے لوگو! امیر المومنین علیہ السلام اس دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں اور انہوں نے اپنا ایک جانشین ہمارے درمیان چھوڑا ہے اگر تم لوگ پسند کرو تو میں اس کو تمھارے پاس لے کر آؤں اور اگر تم پسند نہ کرو تو پھر کسی کو کسی پر کوئی حجت نہیں ہے۔'' تمام لوگوں نے رونا شروع کر دیا اور عرض کیا اے ابن عباس اس جانشینِ علی علیہ السلام کو ہمارے پاس لے کر آئیں تو امامِ حسن علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے کہ آپؑ نے کالا لباس زیبِ تن فرمایا ہوا تھا اور منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دیا۔ امامِ حسین علیہ السلام نے بھی کالا لباس زیب تن فرمایا تھا۔

وسائل الشیعہ، اصول کافی، روح المعانی اور مقتل کی دوسری کافی کتابوں میں یہ نقل ہوا ہے اور یہ روایت امامِ محمدِ باقر علیہ السلام سے نقل ہوئی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ''جب امامِ حسین علیہ السلام کو قتل کیا گیا تو وقتِ شہادت آپؑ کے جسمِ اطہر پر ایک جبہ تھا جو سیاہ رنگ کا تھا۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے بھی کالا لباس زیبِ تن فرمایا تھا۔ مستدرک الوسائل اور دعائم الاسلام میں ہے۔ حضرتِ امامِ علی بنِ حسین علیہ السلام کو دیکھا گیا کہ آپؑ کے جسمِ اطہر پر ایک کالی چادر تھی اور ایک سبز رنگ کی چادر تھی۔

مستدرک الوسائل میں علامۂ طبرسی کی مکارم الاخلاق سے روایت کو نقل کیا گیا اور یہ روایت عبداللہ بنِ سلیمان سے ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرتِ امامِ علی بنِ حسین علیہ السلام مسجد میں داخل ہوئے۔ ان کے سرِ اقدس پر کالا عمامہ تھا اور اس کے دونوں

Presented by Ziaraat.com

طرف کے کنارے آپؑ نے اپنے کندھوں پر لٹکائے ہوئے تھے۔

حضرتِ امامِ صادق علیہ السلام کے بارے میں روایت ہے کہ حضرتؑ نے سیاہ لباس کو عمداً زیبِ تن فرمایا تاکہ اس لباس کی حلیت کو اعلان کیا جائے۔

پس اہلِ جہنم کا لباس ہونا یہ اس کی حرمت پر دلالت نہیں کرتا۔ کالے لباس کی حرمت کے قائل کی رائے کو توڑنے کے لئے کہ جہنم والوں کا لباس ہے۔

وسائل الشیعہ میں حذیفہ بن منصور سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں ''میں حیرہ میں ابوعبداللہ کے پاس موجود تھا کہ آپؑ کے پاس بنوعباس کے خلیفے کی طرف سے ایک نمائندہ آیا اور عرض کیا کہ آپؑ کو خلیفۂ وقت نے بلایا ہے۔ پس آپؑ نے ایک معطر منگوایا جس کی ایک طرف سیاہ اور دوسری سمت سفید تھی۔ آپؑ نے اس لباس کو زیبِ تن فرمایا اور پھر کہا کہ میں جانتا ہوں کہ یہ لباس اہل جہنم کا لباس ہے۔

معطر: بروزنِ منبر ہے یہ وہ لباس ہوتا ہے جس کے ذریعے بارش سے بچا جاتا ہے۔

امامِ صادق علیہ السلام کا زمانہ بنوعباس کا دور تھا جن لوگوں نے کالے لباس کو اپنے لئے عادت وشعار قرار دیا تھا۔ پس امامؑ نے ان کے کالے لباس کو اپنے لئے عادت وشعار قرار دینا پسند نہیں کیا تھا۔ بعض شدت پسندوں نے کالے لباس کو اپنی عادت قرار دینے کی کراہت وحرمت کو مخلوط کر دیا۔ بعض نے کہا کہ یہ مکروہ ہے اور بعض نے کہا کہ کالا لباس مطلقاً حرام ہے۔ بعض شیعہ حضرات نے اس معاملے کو امامِ صادق علیہ السلام کے سامنے پیش کیا تاکہ وہ اس معاملے کی وضاحت کریں اور جو کچھ روایات میں معصومین علیہم السلام کے بارے میں وارد ہوا ہے کہ وہ سیاہ لباس زیبِ تن کرتے ہیں اس کی تاویل وتشریح فرمائیں تو آپؑ نے عمداً کالا لباس زیبِ تن فرمایا اور یہ اعلان کیا

Presented by Ziaraat.com

کہ فقط کالا لباس زیبِ تن کرنے سے یہ کشف نہیں ہوتا کہ اس شخص کا باطن برا ہے۔ جب تک انسان کا دل منور ہو اور نفس سلیم ہو۔

وسائل الشیعہ میں علل سے اور انہوں نے داود الرقی سے نقل کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ شیعوں نے حضرتِ ابوعبداللہ علیہ السلام سے کالے لباس کے زیبِ تن کرنے کے بارے میں سوال کیا۔ پس ہم نے دیکھا کہ ان پر ایک سیاہ جبہ اور آپؑ کے سرِ اقدس پر سیاہ ٹوپی تھی اور موزے بھی سیاہ تھے اور آپؑ کا کمر بند بھی سیاہ تھا۔ پھر آپؑ نے ایک جانب سے شکم کو ننگا کیا تو آپؑ کی بنیان بھی سیاہ تھی۔ پھر آپؑ نے فرمایا جب تمھارا دل ایمان کی روشنی سے منور ہو پھر جو چاہے زیبِ تن کرو کوئی حرج نہیں ہے۔

امامِ علی بنِ محمد الہادی علیہ السلام بھی سیاہ لباس زیبِ تن فرمایا کرتے تھے۔

دلائل الطبری میں ابوعبداللہ قمی کی روایت درج ہے جو انہوں نے اپنے اسناد کے ساتھ ذکر کی ہے اور اس روایت کو ابو بعداللہ قمی نے محمد بن اسماعیل الکاتب سے نقل کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والدِ محترم نے بیان کیا ہے کہ میں سرمن رائے (سامرا) میں تھا اور میں نے وہاں یزداد نصرانی کو دیکھا اور یہ بختیشوع کا شاگرد تھا اور وہ موسیٰ کے گھر کی طرف سے آ رہا تھا۔ اس نے مجھے ایک حدیث بیان کی یہاں تک کہ اس نے مجھے کہا تم اس گھر کو دیکھ رہے ہو؟ کیا تم جانتے ہو کہ یہ گھر کس کا ہے؟ میں نے کہا کہ یہ گھر کس کا ہے؟ تو اس نے کہا یہ گھر ایک جوان کا ہے جو علوی خاندان سے ہے اور اہلِ حجاز سے ہے اور اس کا نام علی بنِ محمد بنِ الرضا علیہ السلام ہے بلکہ ہم اس گھر کے صحن کے احاطے میں سیر کر رہے تھے۔ میں نے یزداد سے کہا ہاں میں اس جوان کو جانتا ہوں۔ کیا بات ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اگر کہا جائے مخلوقِ خدا میں

Presented by Ziaraat.com

سے کوئی غیب کے علم کو جانتا ہے تو وہ غیب کا عالم یہ جوان ہے۔ میں نے عرض کیا وہ کیسے؟ تو اس نے مجھے کہا کہ میں تم کو ایک عجیب سی بات بیان کرتا ہوں جو تم نے کبھی نہیں سنی ہو گی حتیٰ کہ میرے علاوہ کسی دوسرے شخص نے بھی نہیں سنی ہو گی لیکن میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں اور میں تجھ سے خدا کو ضامن قرار دیتا ہوں کہ اس بات کو میرے حوالے سے کسی کے سامنے بیان نہ کرنا کیونکہ میں ایک طبیب ہوں اور میرا کاروبار اور معیشت اس حاکمِ وقت کے ساتھ مربوط ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حاکمِ وقت نے اس شخص کو حجاز سے یہاں اس لئے بلایا ہے تا کہ لوگ اس کی طرف متوجہ نہ ہوں تا کہ ایسا نہ ہو کہ حکومت کی باگ ڈور بنو عباس کے ہاتھوں سے نکل جائے۔ میں نے اس کو کہا کہ اس معاملے میں فکر مت کرو۔ یہ تیرا راز ہے جو میرے پاس امانت رہے گا اور ویسے بھی تو ایک نصرانی شخص ہے تیرے لئے کوئی حرج نہیں ہے اور اس قومِ بنو عباس کے لئے تیری بات کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

اس نے کہا ہاں میں تیرے لئے بیان کرتا ہوں چند دن قبل میری اس نوجوان سے ملاقات ہوئی۔ یہ اپنے سیاہ گھوڑے پر سوار تھا اور اس پر سیاہ کپڑا اڈالا ہوا تھا اور خود ان کے سر پر سیاہ عمامہ تھا اور ان پر بھی سیاہ چادر تھی۔ جب میں نے ان کو دیکھا تو میں ان کے احترام کے لئے کھڑا ہو گیا اور میں نے اپنے دل ہی دل میں کہا کپڑا بھی سیاہ' گھوڑا بھی سیاہ اور خود مرد بھی سیاہ۔ سیاہ میں سیاہ میں سیاہ۔ جب میں ان کے قریب ہوا تو انہوں نے میری طرف دیکھا تو فرمایا ''تیرا دل اس چیز سے زیادہ سیاہ ہے جو تو دیکھ رہا ہے۔''

میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا جو کچھ میں نے آپؑ کے بارے میں کہا ہے اس کے بارے میں کسی کو ذکر نہیں کروں گا۔ میں ان کے سامنے گر گیا اور میرے پاس

Presented by Ziaraat.com

اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ میں نے عرض کیا: ''آپ کا دل اس سے کہیں زیادہ سفید ہے جس کا آپ مشاہدہ کررہے ہیں۔تو انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا''اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔''

جب یزداد مریض ہوا تو اس نے مجھے طلب کیا۔ میں اس کے پاس حاضر ہوا تو اس نے مجھے کہا میرا دل اس سیاہی کے بعد سفید ہو گیا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ

''ان لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللهِ وَاَنَّ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ حُجَّةُ اللهِ عَلٰى خَلْقِهٖ وَنَامُوْسِهِ الْاَعْظَمُ'' اور اس کے اقرار کے بعد وہ مر گیا اور میں نے اس کی نمازِ جنازہ کا اہتمام کیا اور اس میں شریک ہوا۔

یہ سب شواہد ہیں کہ سیاہ لباس زیبِ تن کرنا مطلقاً جائز ہے کیونکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المومنین علیہ السلام اور امامِ سجاد علیہ السلام اور امامِ صادق علیہ السلام اور امامِ ہادی علیہ السلام کا عمل ہی اس جواز پر دلیل ہے اور ان ذواتِ مقدسہ کا عمل اس سیاہ لباس کے جواز کو بیان کرتا ہے اور باقی ائمہ علیہم السلام کی تقریر و تائید اس پر موجود ہے بلکہ تمامِ تواریخ سے جو اخبار و احادیث کالے لباس کے بارے میں گفتگو کر رہی ہیں، ان تمام سے یہ استفادہ ہوتا ہے۔ شریعت کے پابند شخص کے لئے عزا میں کالا لباس پہننا یہ ایک عادی اور طبیعی فعل ہے جو فقط انسانوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ غیر انسان میں بھی یہ طبیعت پائی جاتی ہے۔

الکامل میں ابنِ قولویہ نے ہشام بن سعد سے نقل کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میری بزرگ خاتون نے بیان کیا ہے، کہ وہ فرشتہ جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس امامِ مظلوم حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر لے کر آیا تھا۔ وہ سمندر کے ملائکہ میں سے تھا اور وہ اس وجہ سے تھا کہ جنت کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ سمندر پر نازل ہوا اور اس نے اپنے پروں کو پھیلایا اور پھر ایک زور سے چیخ ماری اور یوں کہا ''اے سمندر کے مکینو تم

Presented by Ziaraat.com

سب غم کا لباس زیبِ تن کرلو، کیونکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند شہید کردیا گیا ہے اور پھر اس نے اپنے پروں سے امامِ مظلومؑ کی قبر کی مٹی کو اٹھایا اور پھر وہ آسمانوں کی طرف پرواز کر گیا اور آسمانوں میں کوئی فرشتہ ایسا نہیں بچا کہ جس نے اس مٹی کو سونگھا نہ ہو اور اس کے پاس اس کی خوشبو کا اثر باقی نہ رہا ہو اور اس فرشتے نے امامِ مظلومؑ کے قاتلوں اور ان قاتلوں کا ساتھ دینے والوں پر لعنت نہ کی ہو۔ یہ خبر جو ذکر کی گئی ہے ہم اس کی دلالت کی حدو حدود کو بیان کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ سمندر کے مکینوں سے مراد کیا ہے؟ آیا اس سے مراد وہ حیوانات ہیں جو سمندر میں رہتے ہیں، یا اس سے مراد وہ جن وفرشتے ہیں جو اس میں رہتے ہیں جن کے بارے میں ہم نہیں جانتے۔ اور ہم یہ بھی استطاعت نہیں رکھتے کہ غم کے لباس زیبِ تن کرنے سے مراد کیا ہے اور اس کی کیفیت کیا ہے لیکن ہم جس کا انکار نہیں کر سکتے وہ یہ ہے کہ یہ خبر اتنا ضرور بیان کرتی ہے کہ غم کا لباس زیب تن کرنا اور اس پر ندبہ کرنا یہ ایک عادی اور طبیعی امر ہے حتیٰ کہ امامِ حسین علیہ السلام کی مصیبت پر غم کا لباس زیبِ تن کرنے میں سمندر کے رہنے والے بھی شریک ہیں۔

اور اسی عادت کے ساتھ ساتھ اہلِ بیت علیہم السلام کا بھی کالا لباس زیب تن کرنا ملا ہوا ہے جیسا کہ علامہ البرقی نے اپنی کتاب ''المحاسن'' میں عمر بن علی بن حسین سے نقل کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ جب امامِ حسین بنِ علی علیہ السلام کو شہید کیا گیا تو بنو ہاشم کی عورتوں نے سیاہ لباس پہن لئے اور سیاہ لباس اون کے تھے اور وہ سردی اور گرمی کی پروا نہیں کرتی تھیں اور حضرتِ امامِ سجاد علی بنِ حسین علیہ السلام ان کے لئے کھانے کا بندوبست کرتے تھے۔

اور یہ عادت تمام ائمہ کے علیہم السلام ادوار کے شیعوں میں جاری وساری رہی کہ وہ

Presented by Ziaraat.com

یکمِ محرم سے کالا لباس پہنتے تھے اور نو ربیع الاول کو اتار دیتے تھے اور ائمہ علیہم السلام بھی ان کی اس عادت کی تائید فرماتے تھے۔

''المحتضر'' میں روایت ہے جس کی سند احمد بنِ اسحاقِ قمی سے متصل ہے۔ انہوں نے ابو محمد الحسن العسکری علیہ السلام سے نقل کیا ہے، اور آپ نے حضرتِ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے نقل کیا ہے اور آپؑ نے نو ربیع الاول کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے یوں فرمایا ہے کہ یہ خوشی کا دن ہے اور غموں کے دور ہونے کا دن ہے۔ یہ گویا دوسری غدیر ہے۔ یوں ہی بیان کرتے کرتے امامؑ فرماتے ہیں کہ یہ وہ دن ہے جس میں کالے کپڑے اتار دینے چاہئیے ہیں اور یہ دن ظالموں کی ندامت کا دن ہے۔

یہ حدیث بہت طویل ہے اور بہت زیادہ حقائق کو بیان کر رہی ہے۔

سید ابنِ طاؤس نے اپنی کتاب ''الاقبال'' میں کتاب ''النشر والطی'' سے ایک روایت کو نقل کیا ہے جو روایت امامِ رضا علیہ السلام سے نقل ہوئی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ''جب قیامت کا دن ہو گا تو چار دن خدا کی بارگاہ میں اس طرح مزین کر کے پیش ہوں گے جس طرح دلہن کو مزین کر کے اس کے شوہر کے گھر روانہ کیا جاتا ہے۔'' آپؑ سے سوال کیا گیا کہ اے فرزندِ رسولؐ وہ چار دن کون سے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ''وہ عید الاضحیٰ کا دن، عید الفطر کا دن، جمعے کا دن اور غدیر کا دن۔'' ان چاروں دنوں میں غدیر کا دن ایسے چمکے گا جیسے ستاروں میں چاند چمکتا ہے اور غدیر کا دن وہ دن ہے جس دن خدا نے ابراہیم علیہ السلام کو نمرود کی آگ سے نجات عطا فرمائی''۔ ایسے ہی فرماتے ہوئے آپؑ نے فرمایا: ''یہ وہ دن ہے کہ اس میں رنگ برنگے کپڑے زیب تن کرو اور کالے لباسوں کو اتر دو۔''

تو اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کالا لباس زیبِ تن کرنا مباح ہے۔ ہماری یہ

Presented by Ziaraat.com

عادت انشا اللہ تا ظہورِ امامِ زمانہ (ع) جاری وساری رہے گی۔ وہ امام (ع) کہ جن کا نعرہ یہ ہوگا ''یَالَثَارَاتِ الْحُسَیْنِ علیہ السلام'' اور ان کی علامت یہ ہوگی کہ ان کا لباس سیاہ ہو گا۔

''الوسائل الشیعہ'' میں علی بن المغیرہ سے روایت ہے اور انہوں نے ابوجعفر سے روایت کو نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ''گویا میں عبداللہ بن شریک العامری کو دیکھ رہا ہوں کہ اس کے سر پر سیاہ عمامہ ہے کہ جس کے دونوں کنارے اس کے دونوں کندھوں پر گرے ہوئے ہیں اور وہ ہمارے آلِ محمد علیہم السلام کے قائم کے آگے آگے چار چار کے لشکر میں ہے۔ وہ تکبیر بلند کرتا ہے تو سارے لشکر والے اس کے ساتھ تکبیر کا نعرہ بلند کرتے ہیں''۔

اس روایت میں ابنِ شریک کے سر پر کالے عمامے کا ذکر موجود ہے اور ابنِ شریک سید بھی نہیں ہے تا کہ کالا عمامہ اس کے سید ہونے کی علامت قرار دیا جائے۔ یہ علامت ہے کہ وہ امامِ حسین علیہ السلام کے غم میں تھا جیسا کہ امامِ زمانہ (ع) کے اصحاب کا جو ترانہ ہوگا وہ ''یَالَثَارَاتِ الْحُسَیْنِ علیہ السلام'' ہوگا۔ یہ علامت ہے اس بات کی کہ آپ (ع) حسین علیہ السلام پر ظلم کرنے والوں سے انتقام لیں گے مثل بیل کے۔ یعنی اس کی مانند سخت ترین انتقام ہوگا جو امامِ حسین علیہ السلام کی وجہ سے ہوگا۔

Presented by Ziaraat.com

شق الحبیب (گریبان کا چاک کرنا)

مصیبت میں گریبان کو چاک کرنا ایک طبیعی امر ہے کہ مصیبت زدہ جس کی طرف قدم اٹھاتا ہے تاکہ وہ طبیعی بوجھ جو مصیبت کی وجہ سے محسوس کرتا ہے اس کو ہلکا کر سکے کیونکہ جب کسی انسان کو کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے تو جو اس کے اعصاب پر گراں گزرتی ہے تو اس کی سختی کو وہ برداشت کرتا ہے اور اس کی گرمی کو ایک درجے تک برداشت کرتا ہے اور پھر اس کی گرمی کو کم کرنے کے لئے وہ لمبے لمبے سانس لیتا ہے اور جب اس کی شدت میں اور اضافہ ہوتا ہے تو انسان اس کو کم کرنے کے لئے گریبان چاک کر دیتا ہے اور اس کا یہ کام طبیعی ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے آنکھ جب خطرہ محسوس کرتی ہے تو فوراً بند ہو جاتی ہے تو یہ بھی طبیعی ہے۔

ایسے ہی شدتِ غم میں گریبان کا چاک کرنا بھی طبیعی امر ہے لہٰذا یہ شرع کی حدود میں داخل نہیں ہوتا کیونکہ غالباً یہ شدتِ غم میں صادر ہوتا ہے بلکہ اکثر اوقات دلی صدمے سے نجات حاصل کرنے کے لئے بھی ہوتا ہے تاکہ دل کا سکتہ ختم ہو جائے۔

الکشی نے اور دوسرے علما نے متعدد اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حضرتِ امام ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام، حضرتِ امام ابوالحسن علیہ السلام کے جنازے میں شامل ہونے کے لئے نکلے تو اس وقت ان کا گریبان چاک تھا تو اس کے بعد آپؑ کی خدمت میں ''ابنِ عون الابرش'' اور ''قرامۃ نجاح بن سلمۃ'' ان دونوں نے تحریر کیا۔ اے فرزندِ رسولؐ کیا

Presented by Ziaraat.com

آپؑ نے کسی کو دیکھا ہے یا ائمہ میں سے کسی امامؑ کے بارے میں آپؑ نے سنا ہے کہ اس نے آپؑ کی مانند گریبان کو چاک کیا ہو؟

اس کے جواب میں امامِ حسنِ عسکری علیہ السلام ابو محمد علیہ السلام نے تحریر فرمایا کہ اے احمق! تو کیا جانتا ہے کہ یہ کیا ہے؟ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے حضرتِ ہارون کی وفات پر اپنے گریبان کو چاک کیا تھا۔

شیخِ مفید نے حضرتِ امامِ علی بنِ حسین علیہ السلام سے روایت کرتے ہوئے یہ نقل کیا ہے کہ حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا نے جب حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے یہ اشعار سنے جو آپؑ نے پڑھے جن میں سے ایک یہ شعر ہے:

يَادَهْرُ أُفٍّ لَكَ مِنْ خَلِيْلِ

كَمْ لَكَ بِالْاِشْرَاقِ

''اے زمانہ اُف ہے تیرے لئے تو کیسا دوست ہے کہ نہ تیری دوپہر اور نہ تیری شام پر اعتماد ہے''

تو بی بی سلام اللہ علیہا نے اپنے چہرے پر ماتم کیا اور اپنے گریبان کو چاک کیا اور غش کھا کر گر پڑیں۔

سید ابنِ طاؤس نے روایت کی ہے ''جب حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کا سر اقدس یزیدِ ملعون کے پاس لایا گیا تو اس نے حکم دیا کہ اس سر کی رگوں کو کاٹا جائے اور اس کام کے بعد اس ملعون نے امام علیہ السلام کا سرِ اقدس اپنے سامنے طشت میں رکھا اور مستوروں کو اپنے پیچھے بٹھایا تا کہ وہ سرِ اقدس کو دیکھ نہ سکیں۔ اس ملعون نے سرِ اقدس کے ساتھ کچھ یوں سلوک کیا کہ اس کو حضرتِ امامِ سجاد علیہ السلام نے دیکھا تو آپؑ نے اس کے بعد ساری زندگی روؤس نہیں کھایا اور جب اس منظر کو حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا نے

Presented by Ziaraat.com

دیکھا تو آپ (س) نے اپنا گریبان چاک کرلیا اور پھر غمزدہ آواز کہ جو دلوں کو چاک کر رہی تھی اس آواز میں کہا واحسیناہ! ''الدَّمْعَةُ السَّاكِبَةُ'' میں سید ہاشمِ بحرانی نے تحریر فرمایا ہے کہ جب شام کی قید سے رہائی پانے کے بعد مدینے کی طرف جاتے ہوئے بنی ہاشم کربلا میں وارد ہوئے تو انہوں نے بلند آوازوں سے رونا شروع کردیا اور گریبانوں کو چاک کیا اور ہاتھوں کے ساتھ اپنے اپنے منہ پر ماتم کرنا شروع کردیا اور تین دن تک متواتر اس عزا کو برپا کیا تو اس مجمعے میں جناب زینب سلام اللہ علیہا کو اپنے گریبان کو چاک کیا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم س کے حبیب اے مکہ ومنیٰ کے فرزند فاطمہ سلام اللہ علیہا وعلی علیہ السلام کے دلبند اور پھر ایک آہ بھری اور غشی کی حالت میں ان کی قبرِ اطہر پر گر پڑیں۔

شیخِ صدوق رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب ''التہذیب'' میں حضرتِ امام صادق علیہ السلام سے روایت کو نقل کیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

''فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی بیٹیوں نے حسین ابنِ علی علیہ السلام کی شہادت پر اپنے گریبانوں کو چاک کیا اور اپنے رخساروں پر ماتم کیا۔ یقیناً یہ روایت بیان ہوچکی ہے جیسا گزر چکا ہے۔

''تحقیق حضرتِ زینب بنت علی سلام اللہ علیہا اور دوسری مستورات نے حضرتِ امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت پر گریبانوں کو چاک کیا اور اپنے رخساروں پر ماتم کیا۔ ایسے ہی دوسرے شہدا پر گریبانوں کو چاک کیا اور رخساروں پر ماتم کیا۔ ان روایات سے واضح ہوتا ہے کہ شریعتِ اسلامیہ میں غم کے وقت گریبانوں کو چاک کرنا مباح ہے، جائز ہے اور فقط امامِ حسین علیہ السلام پر یا دوسرے ائمہ علیہم السلام کی شہادت پر ہی جائز نہیں بلکہ ہر شخص کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے قریبی عزیز کی وفات پر گریبان کو چاک

Presented by Ziaraat.com

کرے۔ ایسے ہی ہر عورت کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے قریبی عزیز کی وفات پر گریبان چاک کرے۔ سوائے اس کے جس کو استثنا کیا گیا ہے اور وہ والد اپنے بچے کی موت پر اور شوہر زوجہ کی موت پر گریبان چاک نہ کرے۔

''جواہر الکلام'' میں خالد بن سدیر سے روایت کو نقل کیا گیا ہے کہ میں نے حضرتِ امام ابوعبداللہ صادق علیہ السلام سے سوال کیا: ''کیا مرد کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے باپ، ماں، بھائی یا قریبی عزیز کی وفات پر اپنے کپڑے پھاڑے یا گریبان چاک کرے؟'' تو آپؑ نے جواب میں فرمایا: ''گریبان کو چاک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے حضرتِ ہارون علیہ السلام کی وفات پر اپنے گریبان کو چاک کیا۔" والد اپنے فرزند کی وفات پر اور شوہر اپنی زوجہ کی وفات پر گریبان چاک نہیں کر سکتا لیکن زوجہ اپنے شوہر کی وفات پر گریبان کو چاک کر سکتی ہے۔ یقیناً حضرتِ زہرا سلام اللہ علیہا کی بیٹیوں نے حسین ابنِ علی علیہ السلام کی شہادت پر اپنے گریبانوں کو چاک کیا اور رخساروں پر ماتم کیا اور ایسے ہی دوسرے شہدا پر بھی انہوں نے گریبانوں کو چاک اور رخساروں پر ماتم کیا۔

یہ روایتِ صحیحہ ہے اور اس پر تمام علما نے عمل کیا ہے حتیٰ کہ ابنِ ادریس علامۂ حلی نے بھی اس پر عمل کیا ہے کہ جو خبرِ واحد پر عمل نہیں کرتے تھے۔

پس اپنے مرنے والے پر گریبان کو چاک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ سوائے ان کے جن کا استثنا کیا گیا ہے۔ ایسے ہی امامِ حسین علیہ السلام پر گریبان کو چاک کرنے میں بھی کوئی حرج و مانع نہیں ہے بلکہ حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کے غم میں گریبان کو چاک کرنا مستحب ہے کیونکہ یہ عزا و ندبہ میں شامل ہے اور یہ امامِ حسین علیہ السلام کے ساتھ تجدیدِ عہد ہے۔

Presented by Ziaraat.com

اور روایت میں ہے کہ حضرتِ امامِ صادق علیہ السلام نے بھی امامِ حسین علیہ السلام کے غم میں بلند آواز سے گریہ فرمایا۔

تہذیب کی روایت جو شیخِ صدوق نے نقل کی ہے اور دوسری روایت جو خالد بن سدیر نے نقل کی ہے ان دونوں روایتوں میں "مثلہ" کا لفظ آیا ہے اور اس لفظ سے ممکن ہے کہ یہ استدلال کیا جائے کہ امامِ حسین علیہ السلام کے علاوہ بھی کسی کے غم میں گریبان چاک کرنا جائز ہے۔

Presented by Ziaraat.com

''اللطم'' (ہاتھ کا ماتم)

غمِ امامِ حسین علیہ السلام میں منہ و چہرے پر ماتم کرنا۔ تمام شیعہ، واقعۂ کربلا جو ایک دل سوز اور جگروں کو چیرنے والا واقعہ ہے، کی وجہ سے غم زدہ ہیں بلکہ قیامت تک ہر آنے والا شیعہ اس واقعے کی وجہ سے غم زدہ رہے گا۔ اور یہ غم عاطفی اور عقیدتی دونوں اعتبار سے ہے۔ دنیا کا کوئی غم زدہ سے غم زدہ شخص واقعہ یا صدمہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکا اور نہ کوئی کر سکے گا۔ اہلِ بیتِ رسول علیہم السلام کی مظلومیت اس دردناک اور خوفزدہ اور مصائب سے بھرے واقعے میں واضح اور روشن انداز میں ظاہر ہوئی ہے اور اس مظلومیت کی انتہا ہو گئی ہے۔ اور دوسری طرف اس واقعۂ کربلا میں بنوامیہ کی وحشت اور درندگی و بربریت بھی اس انداز میں ظاہر ہوئی جو پوری انسانیت کے چہرے کے ایک بدنما داغ کے طور پر اس انداز میں ظاہر ہوا ہے کہ جو قیامت تک کے لئے باقی رہے گا۔

واقعۂ کربلا میں مظلومیت بھی ایک آخری حد میں ہے اور وحشت و بربریت بھی آخری حد تک پہنچ چکی اور یہ مظلومیت اس انداز میں ہے کہ قیامت تک کے لئے ہر وہ شخص جس کا تھوڑا سا بھی تعلق اور واسطہ اہلِ بیتِ رسول علیہم السلام سے ہو گا اس کے دل و جگر میں یہ صدمہ و غم قیامت تک کے لئے جوش مارتا رہے گا بلکہ وہ شخص جس میں تھوڑی بھی انسانیت پائی جائے گی تو اس کے دل و جگر کو اس صدمے کی آگ کباب بناتی رہے گی کیونکہ یہ عظیم واقعہ اور یہ غم اور عظیم صدمہ کائنات کی ایک عظیم و مقدس ہستی پر وارد ہوا ہے جو شیعوں کے نزدیک سلسلۂ امامت کے برحق امامِ سوم اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

Presented by Ziaraat.com

اکلوتی بیٹی حضرتِ زہرا سلام اللہ علیہا کا فرزند ہے۔ اور یہ وہ عظیم واقعہ اور عظیم صدمہ ہے جو اس قابل ہے کہ ہر وہ شخص جو اعتقادی طور پر اپنے آپ کو تشیع سے منسلک کرتا ہے اس کے لئے دل و دماغ و جگر سوز ہو اور یہ دونوں چیزیں یعنی شعیت اور اس واقعے پر غم دکھ اور مصیبت کا اظہار آپس میں لازم وملزوم ہیں اور یہ مصیبت دنیا کی تمام شخصی مصیبتوں سے اعظم ہے۔ اور کسی شخص کے غم و مصیبت اس کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

غم زدہ انسان جب اپنی گردن پر مصیبت، دکھ اور غم کا بوجھ محسوس کرتا ہے تو وہ مسلسل کوشش کرتا ہے کہ اس بوجھ کو کم کرے حتیٰ کہ وہ اس حالت کی طرف لوٹتا ہے جو ایک طبیعی حالت ہے اور دوسری طرف حالتِ نفسانیہ کا تقاضا ہے کہ جب کسی انسان پر اچانک مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑے اور یہ نہ جانتا ہو کہ اس مصیبت سے نجات کیسے حاصل کرے اور اس مصیبت کا اثر اس قدر زیادہ ہو جو اس کو لاغر و کمزور کر رہا ہو اور اس کے نفس میں سرایت کرتا جا رہا ہو حتیٰ کہ وہ غم اس کے دل و دماغ پر یوں اتر جائے کہ وہ گویا اس کو اپنی گردن پر بوجھ محسوس کرتا ہو اور اس کے پاس سوائے ایک بوسیدہ فطرت اور طبیعت کے کچھ نہیں بچے اور اگر اس کو معلوم ہو جائے کہ وہ اس مصیبت سے کیسے نجات حاصل کر سکتا ہے اور طبیعی اور فطری انداز میں اس مصیبت سے نجات حاصل کرتا ہے تاکہ وہ مصیبت اور غم کا پہاڑ اس پر کوئی اثر نہ کرے۔ اس غم و مصیبت سے نجات کے لئے مناسب طریقہ اختیار کرتا ہے۔ جب مصیبت چھوٹی ہو تو وہ نجات کے لئے جو مناسب طریقہ اختیار کرتا ہے وہ لفظی ہوتا ہے اور جب مصیبت بڑی ہو تو اس کی نجات کا مناسب اور اظہار کا مناسب طریقہ فقط لفظ نہیں ہوتا بلکہ وہ الفاظ اور بکا و گریہ دونوں کا سہارا لیتا ہے اور اگر مصیبت اس سے بھی زیادہ بڑی ہو تو انسان اس

Presented by Ziaraat.com

کے علاوہ کوئی مناسب طریقہ اختیار کرتا ہے تا کہ اس غم اور دکھ کے بوجھ کو کم سے کم کر سکے۔

حضرتِ امامِ حسین ابنِ علی علیہ السلام پر واقع ہونے والی مصیبت شیعوں کے نزدیک کائنات میں سب سے بڑی مصیبت، دکھ اور صدمہ ہے بلکہ ساری کائنات سے بڑا صدمہ ہے تو پھر اس سے نجات اور اس کے بوجھ کو کم کرنے کے لئے تمام طریقے اختیار کیے جائیں گے جن سے یہ بوجھ ہلکا ہو سکے۔ شیعہ اس وقت دو چیزوں کا سامنا کر رہے ہیں ایک خود ان کے وجود کا انکار کیا جا رہا ہے اور یہ انکار آج سے نہیں اس دور سے ہی جاری ہے اور دوسرا خود واقعۂ کربلا کا انکار کیا جا رہا ہے (یعنی دونوں پر مختلف قسم کے اعتراضات کیے جا رہے ہیں) اور چودہ سو سال سے مختلف قسم کے ظالم حکمرانوں کے ظلم بھرے احکام کے زیرِ عتاب رہے ہیں، لہٰذا یہ مجبور ہیں کہ کوئی ایسا مناسب طریقہ اختیار کریں جو ان کو اس دل سوز مصیبت سے اور اس انکار والی کیفیت سے نجات عطا کرے۔ پس یہ مجبور ہیں کہ ایک ایسا اجتماعی اور اعلانیہ طریقہ اختیار کریں جس کے ذریعے اس مصیبت و غم کے بوجھ کو کم کریں۔ پس طبیعی اور فطری طریقہ یہ ہی تھا کہ وہ ماتمی حلقے جو ایک اجتماع کی شکل میں ہوں ان کو اختیار کیا جائے تو اس صورت کو اختیار کیا گیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا یہ طریقہ جو موجود ہے کیا ائمہ علیہم السلام سے لیکر بعد میں بھی یہ طریقہ اختیار کیا گیا یا نہیں تو اس کا جواب آسان ہے کہ اس قسم کے طریقے پر شیعہ طاقت نہیں رکھتے تھے کہ اس کو جاری کرتے۔ خصوصاً بنو امیہ اور بنو عباس کے ادوار میں کہ جب شیعہ ظلم برداشت کر کر کے بہت کمزور ہو چکے تھے اور ان پر مختلف ادوار گزرے ہیں جن پر کبھی نرمی اور کبھی انتہا درجے کی سختی رہی ہو تو ان مختلف ادوار میں بھی اظہارِ غم کے طریقے مختلف انداز میں موجود رہے ہیں تو اس

Presented by Ziaraat.com

سوال کا جواب تلاش کرنے کے لئے ہم نے ان ادوار کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے اور یہ وہ ادوار ہیں جو مسلسل جاری رہے ہیں۔

پہلا دور:

ائمہ اطہار علیہم السلام کا دور ہے جس میں فقط یہ صورت ممکن تھی کہ چند شیعہ ایک گھر میں جمع ہو جاتے تھے، پھر اس گھر کے افراد میں سے کوئی فرد اہلِ بیت علیہم السلام کے مرثیے کے اشعار پڑھتا اور دوسرے افراد گریہ کرتے یا کوئی شخص ان کے مصائب کی کوئی روایت بیان کرتا اور باقی گریہ و بکا کرتے اور یہ سب کچھ چھپ کر اور پوشیدہ رہ کر کیا جاتا کیونکہ حکومت ظالم تھی، خصوصاً بنوامیہ کی حکومت میں کہ جن میں شیعہ اور ائمہ علیہم السلام تقیے کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ظالم حکمرانوں کے جاسوس ہر وقت ان کے اوپر رہے اور ظلم کے سائے ہمیشہ ان کے سروں پر منڈلاتے رہے تھے۔ حتیٰ کہ کوئی عورت بھی بلند آواز سے گریہ نہیں کرتی تھی کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی ظالم سن لے۔ موت کے سپاہی ان کی نگرانی میں ہر وقت رہتے تھے۔ خود کو بھی موت کا ڈر اور بچوں کی موت کا بھی ڈر رہتا تھا۔ اس دور میں تو یہ طریقۂ اظہارِ غم اپنانا ممکن ہی نہیں تھا۔

دوسرا دور:

یہ بنوعباس کا دور ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جو میدان میں امامِ حسین علیہ السلام کا نام لے کر اترے تھے اور ان کا نعرہ ہی یہ تھا کہ ہم امامِ حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا بدلہ لینا چاہتے ہیں اور انہوں نے شعار بھی یہ اپنا لیا تھا کہ ہم بنوامیہ سے اہلِ بیت علیہم السلام کا بدلہ لیں گے اور بنوامیہ سے حکومت کو چھین کر اہل بیت علیہ السلام کے حوالے کریں گے کیونکہ حکومت کا حق فقط اہلِ بیت علیہم السلام کو حاصل ہے۔ جیسے ہی ہم کامیاب ہو جائیں گے یہ

Presented by Ziaraat.com

حق اہل بیت کے سپرد کر دیں گے۔ اور انہوں نے یہ قرار دیا کہ ثورۃ الحسین پر بنو امیہ کا کوئی حق نہیں ہے۔ لیکن ان لوگوں نے جب اس نعرے کی وجہ سے بنو امیہ کو شکست دے دی اور حکومت کو اپنے اختیار میں لے لیا تو یہ خود بہت بڑے ظالم بن گئے اور جو نعرہ انہوں نے لگایا تھا حکومت حاصل کرنے کے لئے اس کے خلاف ہو گئے اور جو سیاست کی کہ ہم امامِ حسین علیہ السلام کا بدلہ لینا چاہتے ہیں اس کے خلاف شیعان امامِ حسین علیہ السلام پر ظلم اور خود اولاد حسین علیہ السلام پر ظلم کے پہاڑ توڑ دیئے حتیٰ کہ لوگوں کو قبر حسین پر جانے سے روکا گیا اور جو زوار جاتے تو ان پر ظلم کرتے۔ کسی کا ہاتھ کاٹ دیتے تو کسی کا پاؤں کاٹ دیتے لیکن اس کے باوجود تمام شیعوں کا اس پر اتفاق رہا کہ اس غم کو منایا جائے گا اور جو مناسب طریقہ ہوگا اس کو اختیار کیا جائے گا۔ جب بنو عباس کے ظالموں نے امامِ حسین علیہ السلام کا نام لینے پر پابندی لگا رکھی تھی اور شیعوں کو ڈرایا دھمکایا جاتا تھا اس ظالم دور میں بھی عزاداری کا مناسب طریقہ اپنایا گیا۔

تیسرا دور:

یہ بویھیین اور دیالمہ اور فاطمین کا دور تھا۔ خصوصاً معزالدولۃ الدیلمی کا دور۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے دورِ حکومت میں شیعیانِ امامِ حسین علیہ السلام کے سروں سے خوفِ ظلم کے سائے ٹل گئے اور ان کے دلوں سے خوف ختم کیا اور ان لوگوں نے شیعوں کو آزادی دی اور ان حکمرانوں نے شیعوں کو اجازت دی کہ مجالسِ عزا کو برپا کریں اور شیعوں نے مجالسِ عزا کو برپا کیا اور گھر سے باہر سڑکوں پر عزاداری کو برپا کیا اور عوامی مقامات پر اس غم کو منایا گیا اور اسی طور پر عاشورے کے دن کو غم کا دن قرار دیا گیا اور عاشورے کے دن بازاروں کو بند کروایا جاتا تھا۔ ان کے دور میں عزاداری کے جلوس سڑکوں پر

Presented by Ziaraat.com

نکلے اوران کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔

چوتھا دور:

چوتھا دور صفوبین کا دور ہے۔خاص کر یہ دور علامہؒ مجلسی کا دور تھا جن کے دور میں عزاداری مکمل آزاد ہوئی اور شعائرِ حسینی کو مکمل آزادی سے منایا جانے لگا اوران کے دور میں واقعہ کربلا کو تمثیل کی صورت میں پیش کرنے کی ابتدار کھی گئی اور وہ لوگوں کے سامنے پیش کیا جانے لگا۔

پانچواں دور:

فقہائے متاخرین کا دور ہے جن کے سردار شیخؒ مرتضیٰ انصاری اور آیۃ اللہ الدربندی تھے ان ادوار میں شیعوں کے زنجیرزنی کے ماتمی حلقے اورخونی ماتم کے حلقے بنائے اورعزاداری کو عام انداز میں انجام دیا بعد میں اس میں محدودیت آنا شروع ہوئی۔

حقیقت:

حقیقت یہ ہے کہ جب سے حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام شہید ہوئے اس وقت سے شیعوں کے دل زخمی ہیں کہ وہ زخم آج تک مندمل نہیں ہوئے۔ وہ زخم ویسے ہی تروتازہ ہیں۔پس شیعوں کا حق ہے کہ وہ اس غم اور دکھ کو ہلکا کرنے کے لئے مناسب طریقۂ اظہارِ غم کا اپنائیں۔اگرچہ ائمہ علیہم السلام کے ادوار میں شیعوں کوایک آزادی حاصل تھی کہ وہ ان شعائرِ اسلامیہ کو قائم کریں لیکن جتنی آزادی ہونی چاہیے تھی وہ ان کو حاصل نہیں تھی کہ وہ اس آزادی میں ان شعائرِ حسینی کو برپا کریں جو تمام زبانوں میں

Presented by Ziaraat.com

مؤثر ترین ہو سکیں۔ اس کی اصل وجہ حکومتوں کی تبدیلی تھی اور یہ تبدیلیاں مؤثر ہوتی رہی ہیں شعائرِ حسینی کے قائم کرنے میں اور ان کی وجہ سے ان کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کی یہ آزادی آہستہ آہستہ سلب ہوتی رہی۔ کافی زیادہ مشکلات کو برداشت کرنے کے بعد وہ اس پوزیشن میں آئے ہیں کہ اس موجودہ انداز کی عزاداری برپا کر سکیں اور لوگوں کے سامنے عزاداری امامِ حسین علیہ السلام کی تبلیغ کر سکیں۔

سب سے پہلا عزاداری کا دستہ جو اس حال میں بھی شیعوں نے قائم کیا وہ یہ "لطم" (منہ کا ماتم) ہی کا حلقہ تھا اور اس کی کیفیت یوں تھی کہ ایامِ محرم کے پہلے عشرے میں اور معصومین علیہم السلام کی شہادات کے ایام میں شیعہ کسی مکانِ مقدس میں جمع ہوتے تھے اور وہ غم میں اپنے سینے اور اپنے منہ اور سروں پر ماتم کرتے تھے اور اپنے نصف بدن کو ننگا کرتے اور سینے پر ہاتھوں کا ماتم اور پشت پر زنجیروں کا ماتم کرتے تھے اور منظم انداز میں ماتم کرتے تھے۔ پھر منبر پر ایک شاعر جاتا اور وہ ایک خاص اسلوب کے ساتھ نوحہ پڑھتا اور ان ماتم کرنے والوں کے سامنے اہلِ بیت علیہم السلام کے مصائب کو ذکر کرتا تھا اور وہ ان اشعار کے ساتھ ایک خاص انداز میں ماتم کرتے اور پھر اس شاعر کے ساتھ بعض شعروں کو وہ دہراتے بھی تھے۔

اس انداز کی عزاداری کا نام ماتم (لطم) رکھا گیا۔ اور یہ عزادار اس انداز کی عزاداری خاص مقامات میں ہی انجام دیتے تھے اور پھر یہ عزادار اپنے آپ کو منظم کر کے اس مکانِ خاص سے آہستہ آہستہ سڑکوں پر نکل آئے اور وہ ساتھ ساتھ اشعار کی صورت میں نوحہ پڑھتے تھے اور ایک خاص اسلوب کے ساتھ وہ سینے اور سر پر ماتم کرتے اور یہ ان کا طریقہ سارے راستے پر رہتا یہاں تک کہ وہ کسی خاص مقام پر جا کر اختتام پذیر ہو جاتا تھا۔ خواہ وہ مقام کوئی مسجد ہو یا حرمِ معصوم علیہم السلام یا حرمِ امام زادہ

Presented by Ziaraat.com

یا امام بارگاہ وغیرہ ہی کیوں نہ ہو اور یہ طبیعی امر ہے کہ جب ایسے عزاداری کے حلقے و دستے سڑکوں پر آتے ہیں تو سارے راستے میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ سڑک کے دو جانب جمع ہو جاتے ہیں اور وہ افراد معاشرے کے مختلف طبقات سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ وہ شخص جو طبل کی آواز سنتا ہے یا ان غم زدہ آوازوں کو سنتا ہے وہ اس عزاداری سے متاثر ضرور ہوتا ہے اور وہ گریہ و بکا کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور یہ عزاداری اس عزاداری سے زیادہ مؤثر ہوتی ہے جو ایک خطیب منبر پر بیان کرتا ہے کیونکہ اس کے فقط الفاظ ہوتے ہیں جو ایک خاص طبقے پر اثر انداز ہوتے ہیں لیکن اس ماتم کے حلقے کی عزاداری ہر فرد کے لئے متاثر کن ہے خواہ وہ چاہے یا نہ چاہے۔

یہ وہ حقیقت ہے کہ جس کی وضاحت وہ چیز کرتی ہے کہ جس کو ہم نے دیکھا کہ اس عزاداری کے انداز سے بعض سخت دل لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں کہ جن کے آنسو مصائب خوان کے پڑھنے سے جاری نہیں ہوتے۔ ان لوگوں کے آنسو ان کے رخساروں پر جاری ہوتے ہیں جب وہ ایسے ماتمی حلقوں کو اس انداز میں عزاداری کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔

یہ ماتم کا طریقہ ایسا فطری طریقہ ہے جو انسان سے غم و مصیبت کو دور کرتا ہے اور یہ کسی خاص وقت کے ساتھ خاص نہیں ہے اور کسی خاص جگہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر وقت اور ہر جگہ میں یہ پایا جاتا ہے۔ بلکہ بعض روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فقط اس دنیا کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جنت میں بھی اس کو دیکھا گیا ہے کہ حوروں نے بھی غمِ حسین علیہ السلام میں اپنے منہ پر ماتم کیا جیسا کہ زیارتِ ناحیہ میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ لَطَمَتْ عَلَيْكَ حُورُ الْعِينِ" اے میرے بابا آپ کے غم میں حور العین بھی اپنے منہ پر ماتم کرتی ہیں۔"

Presented by Ziaraat.com

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرتِ امامِ رضا علیہ السلام کے سامنے دعبلِ شاعر نے یوں اشعار پڑھے جن میں لطم کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اس نے یوں شعر پڑھے:

أَفَاطِمُ لَوْ خِلْتِ الْحُسَيْنَ مُجَدَّلاً
وَ قَدْ مَاتَ عَطْشَاناً بِشَطِّ فُرَاتِ
إِذَنْ لَلَطَمْتِ الْخَدَّ فَاطِمَةُ عِنْدَهُ
وَأَجْرَيْتِ دَمْعَ الْعَيْنِ فِي الْوَجَنَاتِ

ترجمہ: اے فاطم اے کاش آپ حسین علیہ السلام کو کربلا کے میدان میں دیکھتیں کہ جو ایک جماعت کے درمیان تھا اور وہ نہر کے کنارے پیاسا مارا گیا۔ اور ان کے پاس فاطمہ زادیوں نے اپنے منہ پر ماتم کیا اور ان کے رخساروں پر آنسو جاری تھے۔

اس شعر میں بھی شاعر نے کہا کہ فاطمہ زادیوں نے اپنے منہ پر ماتم کیا۔

اور یہ الفاظ اس نے امامؑ کے سامنے پڑھے تو امامِ وقت نے اس سے یہ نہیں فرمایا کہ تجھے کہاں سے معلوم ہوا تھا کہ انہوں نے منہ پر ماتم کیا۔ یہ سوال اس لئے نہیں کیا کیونکہ یہ غم کے اظہار کا ایک فطری طریقہ ہے جو ہر مصیبت زدہ سے صادر ہونا فطری طور پر ضروری ہے۔

حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کے غم میں اور دوسرے ائمہ علیہم السلام کے غم میں اس عزاداری کے جواز و اباحت کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کے بارے میں کوئی نہی وارد نہیں ہوئی ہو۔ معصومین علیہم السلام کی طرف سے نہی کا وارد نہ ہونا ہی اس کی اباحت کی دلیل ہے اور اس کو اصلِ اباحت والا قانون شامل ہے اور یہ قانون (اصلِ اباحت) ان عمومات کے ذریعے ثابت ہے جو اس پر دلالت کرتی ہیں اور وہ عمومات یہ ہیں۔

كُلُّ شَيْءٍ مُطْلَقٌ حَتَّى يَرِدَ فِيهِ نَهْيٌ

Presented by Ziaraat.com

"ہر چیز حلال ہے جب اس کے بارے میں شریعت کی طرف سے کوئی نہی وارد نہ ہوئی ہو۔"

ایسے ہی ایک عموم اور ہے:

كُلُّ شَيْءٍ لَكَ حَلَالٌ حَتّٰى تَعْرِفَ اَنَّهٗ حَرَامٌ

"ہر چیز تیرے لئے حلال جب تک تجھے معلوم نہ ہوجائے کہ وہ حرام ہے۔"

ایک ایسا عموم اور بھی ہے جس میں ذکر ہے:

اَلْاَشْيَاءُ مُطْلَقَةٌ مَا لَمْ يَرِدْ عَلَيْكَ اَمْرٌ وَنَهْيٌ

"ہر چیز تیرے لئے مباح ہے جب تک تیرے پاس اس کے بارے میں کوئی امر یا نہی وارد نہ ہوئی ہو۔"

حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کے غم میں منہ پر ماتم کرنے کے رجحان پر تین قسم کی ادلہ دلالت کرتی ہیں۔

پہلی قسم:

عامہ ادلہ ہیں۔ یہ وہ ادلہ ہیں جو امامِ حسین علیہ السلام کی عزاداری کے اقامہ کو بیان کرتی ہیں۔ ان میں سے پہلی دلیل حضرتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ فرمان ہے جو حضرتِ زہرا سلام اللہ علیہا سے فرمایا جس وقت آپؐ نے بی بی پاک (س) کو حسین علیہ السلام کے شہید ہونے کے بارے میں خبر دی تو آپؑ نے صبر نہ کیا اور اپنے چہرے پر ماتم کیا تو اس وقت آپؐ نے شیعوں کے وصف کو بیان کرتے ہوئے فرمایا "اس کے شیعہ ہر سال اس کے غم میں ماتم کرتے رہیں گے۔" یعنی امامِ حسین علیہ السلام کے غم میں ماتم کریں گے۔ یہ ماتم عزاداری کا عظیم طریقہ ہے۔ جس سے غمِ حسین علیہ السلام کا اظہار ہوتا ہے۔

Presented by Ziaraat.com

دوسری قسم:

وہ ادلہ ہیں جو خاص کر امامِ حسین علیہ السلام کے غم میں گریہ وندبہ کرنے کے جواز کو بیان کرتی ہیں اور وہ دو حدیثیں ہیں۔ ان میں سے ایک وہ حدیث ہے جس کو صاحبِ جواہر نے خالد بن سدیر سے نقل کیا ہے اور دوسری روایت وہ ہے جسے شیخِ طوسی نے اپنی کتاب ''تہذیب'' میں ابوحمزۂ ثمالی سے نقل کیا ہے۔ وہ دونوں روایتیں یہ ہیں۔

وَلَقَدْ شَقَقْنَ الْجُيُوْبَ الْفَاطِمِيَّاتُ

فاطمہ زادیوں نے امامِ حسین علیہ السلام کے غم میں گریبانوں کو چاک کیا

لَطَمْنَ الْخُدُوْدَ الْفَاطِمِيَّاتُ عَلَى الْحُسَيْنِ عليه السلام بْنِ عَلِيٍّ عليه السلام

فاطمہ زادیوں نے حسین بنِ علی علیہ السلام کے غم میں اپنے رخساروں پر ماتم کیا۔

اسی کی مثل ہے **لَلَطَمْنَ الْخُدُوْدَ** یعنی وہ رخساروں پر ماتم کرتی تھیں اور **تَشَقَّ الْجُيُوْبَ** یعنی گریبان چاک کرنا۔

تیسری قسم:

وہ ادلۂ خاص ہیں جو یہ بیان کرتی ہیں کہ فاطمہ زادیوں نے امامِ حسین علیہ السلام کی زندگی میں اور ان کی شہادت کے بعد بھی غم میں منہ پر ماتم کیا تھا۔ اس کے بارے میں کافی روایات گزر چکی ہیں کہ بیان کرتی ہیں کہ گریبان کو چاک کیا۔ کافی زیادہ احادیث و روایات ہیں جو اس کو بیان کرتی ہیں کہ جب حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام اپنے قافلے کے ساتھ کربلا میں داخل ہوئے اور آپؑ نے اپنے اور اپنے آل کے سفر کے بارے میں اطلاع دی تو تمام مستورات نے رونا شروع کر دیا اور اپنے چہروں پر ماتم کیا اور اپنے گریبان چاک کر لئے۔

Presented by Ziaraat.com

ایسے عاشورے کی رات کسی نے چند اشعار پڑھے جس میں یہ بیان ہوا کہ لوگ موت کے قریب تر ہو گئے ہیں۔

ایسے اشعار جب حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا نے سنے تو آپ (س) نے گریبان کو چاک کیا اور اپنے چہرے پر ماتم کیا اور دوسری عورتوں نے بھی آپ (س) کے ساتھ مل کر گریہ کیا اور چہرے پر ماتم کیا۔

ایسے ہی جب حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام نے اپنا آخری خطبہ دشمنانِ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دیا اور اس خطبے کو آپ ؑ کی بیٹیوں اور آپ ؑ کی بہن زینب سلام اللہ علیہا نے سنا تو سب عورتوں نے گریہ کیا اور ندبہ بھی کیا اور چہروں پر ماتم بھی کیا۔

ایسے ہی شیخِ مفید رحمتہ اللہ کی روایت میں بیان ہوا ہے جس میں آپ گیارہ محرم کا تذکرہ فرماتے ہیں کہ عورتوں اور بچوں کو یزیدیوں نے بغیر پالانوں کے اونٹوں پر سوار کیا اور ان کو اس طرح لے کر چلے جیسے روم اور ترک کے غلاموں اور کنیزوں کو لے کر چلا جاتا ہے اور مستورات انتہائی غم زدہ تھیں۔ جب انھوں نے اپنے وارثوں کی لاشوں کو دیکھا کہ جن کے سر بدنوں سے جدا ہیں اور ان کے جسم بغیر کفن کے ہیں اور صحرا کی گرم ریت پر وہ پڑے ہوئے ہیں تو مستورات کی چیخیں نکل گئیں اور انہوں نے منہ پر ماتم کیا۔

ایسے وہ مجلسِ عزا جو شام میں رہائی کے بعد برپا کی گئی تو اس میں بھی فاطمہ زادیوں نے بلند آواز سے گریہ وندبہ کیا اور اپنے منہ پر ماتم بھی کیا۔

اس مقام پر دو سوال حل طلب ہیں۔

پہلا سوال یہ ہے کہ کیا امامِ حسین علیہ السلام کے اہلِ بیت علیہم السلام کا عمل ہمارے لئے حجت ہے؟

Presented by Ziaraat.com

اس کا جواب دو طرح کا دیا جائے گا۔

پہلا جواب:

اگر ہم فرض کر بھی لیں کہ امامِ حسین علیہ السلام کے اہل بیت علیہم السلام کا فعل اور عمل حجت نہیں ہے کیونکہ وہ معصومین نہیں ہیں لیکن ان کا یہ عمل حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کی زندگی میں بھی ان کے سامنے واقع ہوا اور آپؑ کی شہادت کے بعد حضرتِ امامِ زین العابدین علیہ السلام اور امامِ محمدِ باقر علیہ السلام کے سامنے یہ عمل انجام پایا اور ان میں سے کسی امام نے ان کو اس سے روکا بھی نہیں تو یہ تقریرِ معصوم ہے اور معصوم کی تقریر و تائید حجت ہے۔ اس لئے ان مستورات کا ان ائمہ علیہم السلام کے سامنے یہ کام کرنا اور کسی امام کا ان کو نہ روکنا اور اگر روکا ہوتا تو وہ ضرور بضرور ہمارے لئے نقل ہوتا جبکہ کسی نے بھی اس کو نقل نہیں کیا تو یہ ان ائمہ علیہم السلام کی تقریر و تائید حجت ہے اور یہی دلیل کافی ہے اس کے جواز کے لئے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ عمل جائز ہے۔

دوسرا جواب:

ہم تسلیم ہی نہیں کرتے کہ اہلِ بیتِ حسین علیہم السلام کا عمل حجت نہیں ہے۔ اگر چہ یہ معصوم نہ ہو تب بھی ان کا عمل حجت ہے۔ اور جواز کو ثابت کرتا ہے جیسا کہ ہمارے فقہا کا عمل اور ان کے اقوال حجت ہیں اور ان سے ہم احکامِ شریعہ کو کشف کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ فقہا ہمارے معصوم نہیں ہیں کیونکہ کسی کے عمل و قول کے حجت ہونے میں عصمت شرط نہیں ہے کیونکہ اگر اس شرط کو لازم قرار دیا جائے تو کافی اسلام کے احکام ملغا اور بے اثر ہو جائیں گے۔ حتیٰ کہ خود معصومین کے دور میں بھی یہ مشکل پیش آئے گی کیونکہ تمام مومنین کے لئے مقدور نہیں تھا کہ وہ بالمشافہ امامِ معصوم سے احکام

Presented by Ziaraat.com

حاصل کریں۔سوائے اس صورت میں کہ چند ایک افراد امامؑ سے سنتے اور وہ دوسرے مقامات پر جا کر امامؑ کے قول کو نقل کرتے۔

بہر حال ہمارے مقابل میں دوسرے مسلمان جو ہیں وہ تو سارا دین ہی غیرِ معصوم سے حاصل کرتے ہیں۔ان کے نزدیک ائمہ میں فقط ثقہ ہونا معتبر ہے۔

ان کے نزدیک کسی شخص کے عمل وقول کے حجت ہونے کے لئے فقط وثاقت ہی کافی ہے۔اس بنا پر اہلِ بیت امامِ حسین علیہ السلام خواہ معصوم نہیں ہیں لیکن وہ اولادِ امامؑ ہیں اور انہوں نے باقی ائمہؑ کے زیرِ تربیت پرورش پائی ہے۔اس وجہ سے وہ عدالت کے آخری درجے پر فائز ہیں اور ان کا عمل حجت ہے اور اس سے شریعت کی رائے وحکم کا کشف ہوتا ہے۔

وہ چیزیں جو اہلِ بیتِ امامِ حسین علیہم السلام کے عمل کے حجت ہونے پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے امامِ صادق علیہ السلام کی دو حدیثیں ہیں جو فاطمہ زادیوںؑ کے گریبان کے چاک کرنے سے اس کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔

پہلی حدیث وہ ہے جس کو صاحبِ جواہر الکلام نے خالد بن سدیر کی سند سے نقل کیا ہے۔وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرتِ ابو عبداللہ علیہ السلام سے سوال کیا ”کیا کسی شخص کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے باپ، ماں، بھائی یا کسی قریبی کی موت پر گریبان چاک کرے؟“

آپؑ نے جواب دیا ”گریبان کو چاک کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرتِ موسیٰ بنِ عمران علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون کی وفات پر گریبان کو چاک کیا۔ایسے ہی فاطمہ زادیوںؑ نے غمِ حسین علیہ السلام پر گریبانوں کو چاک کیا اور اپنے چہروں پر ماتم کیا۔

دوسری روایت وہ ہے جس کو شیخِ طوسیؒ نے اپنی کتاب ”تہذیب“ میں امامِ

Presented by Ziaraat.com

صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ فاطمہ زادیوںؑ نے غمِ حسین علیہ السلام میں گریبانوں کو چاک کیا اور منہ پر ماتم کیا اور ان کے دوسرے ساتھیوں پر بھی ایسا ہی عمل انجام دیا۔''

دوسرا سوال: حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام نے خود اپنی مستورات کو ان تمام کاموں سے روکا تھا۔ خصوصاً شبِ عاشورہ آپؑ نے ان مستورات کو وصیت فرماتے ہوئے فرمایا: ''اے میری بہن زینب(س) وکلثوم(س)، اے فاطمہ، اے رباب دیکھنا مجھے قتل کیا جائے تو تم اپنے گریبانوں کو چاک نہ کرنا اور اپنے چہروں پر ماتم نہ کرنا اور واویلا نہ کرنا۔'' یہ نہی خود حرمت پر دلالت کرتی ہے۔

جواب: اس کا جواب بھی دو طرح ہے۔

پہلا جواب: اس مقام پر یا دوسرے موارد میں آپؑ نے جو اپنی مستورات کو رونے اور ماتم کرنے سے روکا ہے وہ فقط مخصوص ہے۔ شہادت کے وقت کے ساتھ تاکہ اس وقت رونے اور ماتم کرنے سے دشمنوں کی شماتت اور خوشی کا سبب نہ ہو۔ پس یہ روکنا اس وقت کے علاوہ دوسرے اوقات کو شامل نہیں ہوگا اور اس چیز کو خود امامِ حسین علیہ السلام نے بھی بیان کیا ہے کہ جب جنابِ زینب سلام اللہ علیہا نے آپؑ کے سامنے روئیں اور ماتم کیا اور گریبان چاک کیا تو آپؑ نے فرمایا اے بہن رک جاؤ دشمنوں کی خوشی کے اسباب فراہم نہ کرو۔'' اور جب عاشورے کے دن بی بی سلام اللہ علیہا نے آپؑ کی زندگی میں آپؑ کے سامنے گریہ و ماتم کیا تو آپؑ نے پھر فرمایا: ''اے بہن میرے دشمنوں کو اپنے ماتم سے خوش نہ کرو۔'' پس جو آپؑ سے یہ نہی صادر ہوئی وہ فقط ایک خاص وقت کے لئے تھی۔ اور امام کا روکنا بھی ایک خاص سبب کی وجہ سے تھا اور امامؑ اپنی وصیت سے بھی یہی عورتوں کو باور کروانا چاہتے تھے اور اس وقت کے بعد جب

Presented by Ziaraat.com

تک مستورات زندہ رہی ہیں وہ ماتم وگریہ کرتی رہی ہیں۔

دوسرا جواب: حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام نے اس نہی کو ایک خاص معین وقت کے ساتھ خاص فرمایا ہے اور وہ وقتِ خاص وقتِ شہادت ہے کیونکہ امامؑ نے فرمایا 'جب میں قتل کیا جاؤں' پس یہ نہی اور روکنا اس وقت کے ساتھ خاص ہے کیونکہ آپؑ جانتے تھے وقتِ شہادت وہ وقت ہے جب دشمن خیام پر حملہ آور ہوں گے اور بچے منتشر ہو جائیں گے اور گھوڑوں کی ٹاپوں تلے روندے جائیں گے اور دشمن جنگ میں ہوگا تو اس وقت عورتوں کا شرعی وظیفہ یہ تھا کہ وہ بچوں کو جمع رکھیں اور ان کو جمع کریں اور ان کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھیں تو اس وقت ان مستورات کی ذمہ داری صبر کرنا تھا تو یہ صبر اس وجہ سے نہیں تھا کہ رونا اور ماتم کرنا حرام ہے بلکہ اس وجہ سے تھا اگر عورتیں رونے اور ماتم کرنے میں مصروف ہو جاتیں تو بچے اور باقی مستورات خطرناک صورتحال سے دوچار ہو جاتیں۔ پس ان مستورات کی ساری رات بچوں کو جمع کرنے میں گزر گئی۔ لہٰذا امامؑ کی وصیت اس لئے تھی تاکہ بچوں اور باقی مستورات کو محفوظ رکھیں۔ پس یہ امامؑ کی وصیت وقتی تھی اور اسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص تھی۔

اسی کی مثل وہ وصیت ہے جو آپؑ نے اپنی چھوٹی بچی سکینہ سلام اللہ علیہا کو اس وقت فرمائی جب آپؑ جنگ کے لئے سب کو وداع کر رہے تھے۔ آپؑ نے دو شعروں میں اس کو صبر کی تلقین فرمائی:

لَا تُحْرِقِيْ قَلْبِيْ بِدَمْعِكِ حَسْرَةً
مَادَامَ مِنِّي الرُّوْحُ فِيْ جِثْمَانِيْ
فَاِذَا قُتِلْتُ فَاَنْتِ اَوْلٰى بِالَّتِيْ
تَأْتِيْنَهُ يَا خَيْرَةَ النِّسْوَانِ

Presented by Ziaraat.com

اے میری لختِ جگر جب تک میں زندہ ہوں اپنے رونے اور آنسو سے میرے دل کو پریشان نہ کرنا۔ اور جب میں شہید ہو جاؤں اے سب عورتوں سے بہتر تو اس سے زیادہ سزاوار ہے۔ یہ بھی وقتِ خاص کے ساتھ مخصوص ہے.

پس یہ ماتم عنوانِ ثانوی کے تحت مباح ہے لیکن غمِ حسین علیہ السلام کے اظہار کرنے میں گو یا یہ تجدیدِ عزا ہے۔ جو غمِ امامؑ میں نہ کہ فقط مباح ہے بلکہ مستحب ہے۔

روایات میں ہے کہ حضرتِ رباب سلام اللہ علیہا زوجۂ امامِ حسین علیہ السلام نے اپنے اوپر لازم قرار دے دیا تھا کہ جب آپ (س) مدینے واپس آئیں تو ساری زندگی آپ (س) سائے کے نیچے نہیں بیٹھیں اور نہ ہی ٹھنڈا پانی پیا۔ آپ (س) واقعۂ کربلا کے ایک سال بعد تک زندہ رہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ (س) نے رہائی کے بعد قبر پر ایک سال تک قیام کیا اور جب مدینے واپس آئیں تو وہ اسی غم میں فوت ہو گئیں۔ یہ اعمال اور اس کی مانند اور بھی افعال ہیں جن سے تاریخ بھری ہے۔ جو سیرتِ معصومینؑ رہی ہے۔ یہ ساری روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ فقط مضرِ صحت افعال اسلام میں حرام نہیں ہیں بلکہ یہ کام راہ خدا میں محمود ہیں۔ جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام کے مشہور خطبے سے ظاہر ہوتا ہے۔

کامل الزیارات میں ابنِ قولویہ نے امامِ صادق علیہ السلام سے روایت کو نقل کیا ہے، آپؑ نے فرمایا: ''ہر وہ مومن جو ہماری وجہ سے اذیت برداشت کرتا ہے خدا اس کے چہرے سے اذیت کو دور کرتا ہے۔''

پس ان تمام روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر مضرِ صحت حرام نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے بیان کیا ہے بلکہ بعض اوقات یہ کام شرعی طور پر مستحب ہو جاتے ہیں۔

پس ہم تمام شعائرِ حسینیہ کو ایک ایک کر کے بیان کرتے ہیں اور ان کی ادلہ کو بھی

Presented by Ziaraat.com

تفصیل سے بیان کریں گے تا کہ اسلام کے نکتۂ نظر کی تاکید ہو سکے۔

Presented by Ziaraat.com

زنجیر مارنا

(ایران وعراق میں ایک رسم ہے کہ امامِ حسین علیہ السلام کے ماتمی زنجیر مارتے ہیں جن کے ساتھ چھری نہیں ہوتی۔ صرف سنگلی ہوتی ہے۔)

حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کے غم میں ماتمیوں کا ایک دستہ مراکزِ معینہ میں جمع ہوتا ہے اوراس میں وہ امامِ حسین علیہ السلام کے غم میں ماتم برپا کرتے ہیں اوران کے ہاتھوں میں زنجیریں ہوتی ہیں۔ پھر وہ ایک خاص قسم کی سیاہ قمیض زیبِ تن کرتے ہیں جو پرانی ہوتی ہے اور جو کمر کی طرف سے پھٹی ہوتی ہے جس کی وجہ سے دونوں جانب کاندھوں کے نیچے سے جسم ننگا ہوتا ہے اوران قمیضوں کو اسی غرض سے تیار کیا جاتا ہے۔ پھران کے ہاتھوں میں لوہے کی باریک زنجیروں کا ایک گچھا ہوتا ہے جوایک لکڑی کے دستے کے ساتھ منسلک ہوتا ہے اور پھر وہ ان زنجیروں کو غمِ امامِ حسین علیہ السلام میں اپنے کاندھوں کے نیچے اپنی کمر پر مارتے ہیں۔ ایک خاص اسلوب وطریقے کے ساتھ اوران کے ساتھ طبل اور طوطیاں جنگی انداز میں بجائی جاتی ہیں اوراس انداز میں وہ اپنے اپنے امام باڑوں سے نکل کر سڑکوں کو عبور کرتے ہوئے اس معین مقام تک جاتے ہیں جو انھوں نے اس کے لئے تیار کیا ہوتا ہے اوراپنے سفر کو غم وحزن کے ساتھ جاری رکھتے ہیں اوران کی زبان سے یہ آواز جاری ہوتی ہے: یاحسین علیہ السلام یا مظلوم، یاحسین علیہ السلام! ہائے پیاس! ہائے حسین علیہ السلام! کی صدائیں بلند کرتے ہوئے وہ ان مراکزِ معینہ تک

Presented by Ziaraat.com

جاتے ہیں۔ پھر وہاں جا کر مختلف قوموں کے شیعہ افراد اپنی رسم کے مطابق اس اعزا کو ختم کرتے ہوئے جو نیاز وغیرہ ان کے لئے تیار ہوتی ہے اس کو تناول کرتے ہیں۔ اس قسم کے ماتمی دستے پر اس شہر میں تیار ہوتے ہیں جن میں وہ رہائش پذیر ہوتے ہیں اور اکثر ماتمی لوگ ان حلقوں میں شامل ہوتے ہیں اور یہ اس غم کا اثر ہوتا ہے جو ان کو لاحق ہوتا ہے اور یہ ہاتھ کے ماتم سے بھی زیادہ مؤثر ہے کیونکہ یہ عاطفی پہلو کے اعتبار سے زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔

یہ عمل عنوانِ اولیٰ میں مباح و جائز ہے لیکن جب اس پر غمِ حسین علیہ السلام والا دوسرا عنوان صادق آئے گا تو یہ اس عنوان کے تحت نہ صرف مباح رہے گا بلکہ مستحب ہو جائے گا کیونکہ ہر وہ کام خواہ کسی انداز کا ہی ہو جو امامِ حسین علیہ السلام پر اظہارِ غم میں کیا جائے وہ محمود ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ کام جان کی ہلاکت یا کسی عضو کے ضائع ہونے کا موجب بنے۔ پس امامِ حسین علیہ السلام کے غم کے اظہار میں اپنے کاندھوں پر یا کمر پر زنجیر مارنا یہ بھی محمود ہے۔ جیسا کہ مختلف قسم کے حزن وغم امامِ حسین علیہ السلام کی مصیبت میں محمود و مستحسن ہیں۔

بلکہ روایات سے جس چیز کا استفادہ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس قسم کے تمام اظہارِ غم امامِ حسین علیہ السلام کی مصیبت میں محبوب و محمود و مستحسن ہیں اور اکثر الفاظ جو اس دکھ اور درد کے اظہار کے لئے ہیں وہ روایات میں ذکر ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ روایات پچاس سے بھی زیادہ ہیں جن میں یہ مختلف الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

جیسا کہ منہ پر ماتم یا طماچے مارنا یہ وہ الفاظ ہیں جو حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا کے بارے میں مروی ہیں۔

یا ''**هلع و قلق**'' یعنی غمِ حسین علیہ السلام میں بھوکا اور پریشان رہنا یہ حضرتِ امِ ایمن

Presented by Ziaraat.com

کے بارے میں روایت ہوئے ہیں۔

یا آنسو کے بدلے خون رونا یہ زیارتِ ناحیہ میں وارد ہوا ہے۔

یا جزع کا لفظ جس کے معنی ہیں غم پر صبر نہ کرنا مصیبت پر صبر نہ کرنا یہ ان روایات میں ذکر ہوا ہے جس میں رسولِ خداؐ نے حضرتِ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو امامِ حسین علیہ السلام کے قتل کی خبر دی۔

یا حضرتِ امامِ سجاد علیہ السلام نے کربلا سے واپسی پر مدینے کے باہر جو خطبہ دیا اس میں بھی بہت زیادہ ایسے الفاظ ذکر ہوئے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا:

"اَیُّ قَلْبٍ لَایَتَصَدَّعُ لِقَتْلِه... مِنْ مُصِیْبَۃٍ مَا اَعْظَمَهَا وَاَوْجَعَهَا وَاَفْجَعَهَا وَاَکَظَّهَا وَاَفَظَّهَا وَاَحَرَّهَا وَاَقْدَمَهَا"

"وہ کون سا دل ہے جو آپؑ کے قتل کے غم کی وجہ سے پھٹ نہ گیا ہو؟ یہ مصیبت سب سے عظیم ہے۔ سب سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ سب سے زیادہ دردناک رنج دہ اذیت دہ سب سے زیادہ دلوں پر اثر کرنے والی ہے۔"

وہ دعائے فدیہ جو حضرتِ امامِ زمانہ، امامِ منتظر آخرالزمان (عج) سے نقل ہوئی ہے اس میں آپؑ نے فرمایا:

"وہ مصائب جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و علی علیہ السلام کی آل پر وارد ہوئے ہیں، ان پر رونے والوں کو رونا چاہیے۔ فریاد کرنے والوں کو فریاد کرنی چاہیے، چیخنے والوں کو چیخنا چاہیے، زور زور سے چلانے والوں کو چلانا چاہیے۔ کیا کوئی غم ہے جو اپنے کے تصور سے ہی اس سے زیادہ غم زدہ کر دے یا کوئی غم ہے جس کی

Presented by Ziaraat.com

وجہ سے آنکھ بہت جلد غم ناک ہو جائے جو اس سے زیادہ ہو؟''

پس ثابت ہو گیا کہ غمِ امامِ حسین علیہ السلام میں جزع محمود ہے۔ یعنی صبر نہ کرنا قابلِ ستائش ہے اور یہ زنجیر زنی جو کاندھوں پر کی جاتی ہے یہ جزع نہیں بلکہ اس کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے کیونکہ جب مصیبت اتنی عظیم ہو کہ جس پر دل پھٹ جانا ممکن ہو جیسا کہ امامِ سجاد علیہ السلام کے کلام سے سمجھا جا رہا ہے۔ وہ دل کتنا سخت ہو گا جو اس قتل کی مصیبت پر غم زدہ نہ ہو؟ تو جب دل پھٹ جانے کا امکان ہے تو یہ زنجیر مارنا اپنی کمر پر یہ تو اس سے زیادہ آسان ہے۔

خود امامِ سجاد علیہ السلام اس قدر غم میں غرق ہو جاتے تھے قریب ہوتا کہ شاید روح پرواز کر جائے تو جنابِ زینب سلام اللہ علیہا کاندھا ہلا کر یوں فرماتیں:

''اے میرے باپ دادا اور بھائی کی نشانی آپؑ کو کیا ہو رہا ہے میں دیکھ رہی ہوں آپؑ کی روح پرواز کر رہی ہے آپؑ کی یہ حالت کیوں ہو گئی ہے''؟

اس کے بعد یہ زنجیر زنی کوئی چیز نہیں کہ جس کے بارے میں بحث کی جائے۔

اس کے علاوہ یہ منہ پر ماتم کرنا یا کمر پر زنجیر مارنا نقصان وضرر رساں بھی نہیں جس سے حرمت کا وہم ہو جائے۔ یہ امور جسم کے لئے نقصان دہ نہیں ہیں بلکہ بعض اوقات یہ فائدہ مند بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ اس سے جلد سخت ہو جاتی ہے اور جلد مضبوط ہوتی ہے اور بعض اوقات جلد کو سخت اور مضبوط کرنے کے لئے ورزشیں بھی کی جاتی ہیں۔ پس یہ جائز ہے۔

Presented by Ziaraat.com

تمثیل

(تمثیل کا معنی ہے کسی واقعہ کو ڈرامائی شکل میں مجسم کر کے دکھانا تا کہ اس کو ذہنوں میں واقعی طور پر بٹھایا جائے۔اس کو تمثیل کہتے ہیں۔اب آئندہ اس کو تمثیل کے عنوان سے ہی پیش کیا جائے گا)

واقعۂ کربلا کو مجسم پیش کرنا یہ کسی محدود وقت کے ساتھ خاص نہیں ہے اور تمثیل پیش کرنے والے میں اتنی طاقت بھی نہیں ہے کہ وہ سارے واقعے کو مجسم پیش کر سکے۔وہ صرف ایک خاص واقعے کے ہی ایک خاص پہلو ہی کو پیش کر سکتے ہیں یا چند فصلوں اور پہلوؤں کو مجسم کر کے اجاگر کر سکتے ہیں۔تو یہ تمثیل بھی دو طرح کی ہوتی ہے۔

قسمِ اول۔تمثیلِ موضعی:

یہ وہ تمثیل ہے کہ جس لئے ایک محدود میدان ہوتا ہے اور اس میں اسی پہلو کے خاص حوادث کو یا ان پہلوؤں کے مختلف حوادث کو بیان کیا جاتا ہے۔

قسمِ دوم۔تمثیل:

جو مختلف مقام پر انجام پاتی ہے۔اس میں غالباً ایک خاص پہلو کو مجسم کیا جاتا ہے اور اس کو مجسم کر کے پیش کیا جاتا ہے۔

Presented by Ziaraat.com

پس تمثیل پیش کرنے والے گول دائرہ بنا لیتے ہیں اور وہ گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں اور سڑکوں پر چلتے ہوئے ایسی جگہ پر آتے ہیں جہاں وہ جمع ہوا کرتے ہیں۔

طبیعی ہے کہ ایسی متحرک تمثیل پیش کرنے والے اتنی طاقت نہیں رکھتے سوائے اس کے کہ وہ کربلا کے واقعے کی چند معین فصول میں پیش کرسکیں۔

کربلا کا واقعہ غم ناک اور مصیبت زدہ ہے جو ساری تاریخ سے بلند ہے۔ ہر چیز اس واقعے سے فکر و فلسفہ حاصل کرتی ہے تو اس کی تمثیل وہی ہے کہ جو تمام تمثیلات سے بے نیاز کردیتی ہے۔ وہ تمثیلات کہ جو عقلِ انسان سے ایجاد کرنا ممکن ہیں واقعۂ کربلا کی تمثیل میں وہ سب کچھ موجود ہے جو دوسری تمثیلات میں رنگ و نسل پایا جاتا ہے لہٰذا یہ تمثیل جو واقعۂ کربلا کے واقعات کی یاد تازہ کرنے کے لئے بنائی جاتی ہے وہ شعائرِ حسینیہ کا درجہ حاصل کرچکی ہے اور اگر ہم تلواروں اور چھریوں کے ماتم کو الگ کر دیں تو یہ شعائرِ حسینیہ لوگوں کی عقلوں میں واقعۂ کربلا کو اجاگر کرنے میں بہت زیادہ مددگار رہوتی ہیں۔

پس صرف واقعۂ کربلا کا سننا یہ اس قدر قدرت نہیں رکھتا کہ واقعہ کربلا کو ذہنوں میں راسخ کرسکے لیکن خود یہ تمثیل (ڈرامائی صورت) یہ زیادہ اچھے انداز میں واقعۂ کربلا کو ذہنوں میں ثبت کرتی ہے اور گلی کوچوں میں اس واقعے کو تمثیل کی صورت میں پیش کرنا زیادہ مفید ہوتا ہے جیسا کہ اکثر غم انگیز واقعات کے سننے کے بجائے ان کو آنکھوں سے دیکھنا زیادہ مؤثر و مفید ہوتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس کو تاریخ کے بُعد سے نکال کر دوبارہ جدید زندگی دی جائے تاکہ وہ ذہنوں میں دوبارہ تازہ ہوجائے تاکہ ہماری موجودہ زندگی کا ایک تازہ حصہ بن جائے اور تمثیل جیسے دوبارہ زندگی دے

Presented by Ziaraat.com

سکتی ہے کوئی دوسری چیز نہیں دے سکتی۔

اس غم و اندوہ کو زندہ رکھنے کی تمثیل میں زیادہ قدرت ہے۔ اتار فکر یہ ونفسیہ کو گہرا کرتی ہے اور یہ عزیزہ جو آنسوؤں کو بغیر زحمت کے نکلنے کے لئے آمادہ کرتا ہے اور یہ چیخ وپکار یہ تمام تمثیل کے واقعے سے زیادہ سازگار ہے۔ پس میں گمان نہیں کرتا کہ کوئی شخص آج کے دور میں اس تمثیل (ڈرامائی تشکیل) کو حرام قرار دے کیونکہ اس سے شہدائے کربلا کی عظمت وعزت مخدوش ہوتی ہے کیوں کہ اس تمثیل کا ہدف کسی فرد کو فرد کی حیثیت سے پیش کرنا نہیں ہے بلکہ صرف اس کی اس صفت کو پیش کرنا مقصود ہوتا ہے یا اس کی ایک خاص حالت کو پیش کرنا مقصود ہوتا ہے اور وہ بھی ایک خاص اسلوب کے ساتھ تاکہ وہ اس کو کامل صورت میں پیش کر سکے اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ اس کا جواز قرآن میں بھی موجود ہے۔ جیسا کہ قرآن میں نورِ خدا کو شکاۃ سے تشبیہ دی گئی ہے اور احادیث صحیحہ میں امیر المومنین علیہ السلام کو شیر سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کبھی آپؑ کو شہد کی مکھیوں کے سردار سے تشبیہ دی گئی ہے اور کبھی آپؑ کو تلوار سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کبھی شجرۂ طیبہ سے تشبیہ دی گئی ہے اور کبھی متقین کو سفید پیشانی والے جانوروں سے تشبیہ دی گئی ہے اور آپؑ کو ان کا سردار قرار دیا گیا ہے۔

تو ان شباہتوں سے مراد یہ نہیں ہے کہ توہین و بے عزتی مراد ہے کیونکہ توہین، احترام یہ امورِ اعتباریہ ہیں۔ جو عرف و زمان کے تابع ہوتے ہیں۔ آج کے عرف و زمانے کے اعتبار سے کسی شخص کو تشبیہ دی جاتی ہے۔ تو اس کے احترام کو ملحوظِ خاطر رکھا جاتا ہے اور اس کا اعتراف کیا جاتا ہے کہ یہ عام لوگوں سے فوقیت رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ بلند و بالا شخصیات میں کوئی بھی باقی نہیں رہتا مگر یہ کہ اس کو دوسرے سے تمثیل دی جاتی ہے۔

Presented by Ziaraat.com

ہاں! یہ ضروری ہے کہ ہم موازین کا لحاظ رکھیں۔ کسی فاسق کو کسی امام یا شہید سے تشبیہ نہ دی جائے۔ ایسے ہی فاسقہ عورت کو معصومہؑ کی تشبیہ نہ قرار دیا جائے لیکن یہ امورِ ثانویہ ہیں اور خود خون بہانا ذاتی طور پر مباح ہے۔ اصلِ جوازِ تمثیل کے لئے کوئی اثر نہیں رکھتے۔

لیکن یہاں چند فرعی مناقشات و اعتراضات ہیں جو اس تشبیہ کے جواز پر ہوتے ہیں کہ ادنیٰ کو اعلیٰ سے تشبیہ دینے اس پر اعتراض ہے لیکن یہ بھی بادی النظر میں اعتراض ہے جو کچھ غور و فکر کرنے سے ہی ختم ہو جاتا ہے اور وہی غور و فکر اس تشبیہ کے جواز کو بیان کرتا ہے اور اس پر بہت زیادہ دلائل موجود ہیں جو اس کے جواز پر دلالت کرتے ہیں اور ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اصالتہ اباحت:

یہ وہ ہے کہ جس کے خلاف کوئی دلیل موجود نہیں ہے جو اس اصل کو توڑے اور حرمت کو ثابت کرے۔

۲۔ تمثیل عمومات میں شامل ہے:

تشبیہ و تمثیل ایسے عمومات میں شامل ہیں جو ان کے جواز پر دلالت کرتے ہیں مثلاً

"مَن بَكَى أَو أَبكَى أَو تَبَاكَى وَجَبَت لَهُ الجَنَّة"

"جو شخص روئے یا رلائے یا رونے والی شکل بنائے اس کے لئے جنت واجب ہے۔"

یا دوسرا عام بیان ہے کہ جس میں فرمایا گیا ہے "اَحیُوا اَمرَنَا" "ہمارے امر کو زندہ رکھیں۔"

Presented by Ziaraat.com

یا فرمایا گیا:

''یَجِدُوْنَ الْعَزَاءَ عَلَیْهِ کُلَّ عَامٍ''

یعنی ہر سال ان (امامِ حسین علیہ السلام) پر عزا مناتے ہیں۔ یہ سارے عموم اس تمثیل کو شامل ہیں جو اس کا اکمل مصداق ہے۔

3 اللہ تعالیٰ نے خود قرآن میں بھی ادنیٰ کو اعلیٰ سے تشبیہ دی ہے اور چند مواضع میں اس تشبیہ کو سنا بھی گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق میں سے مبغوض ترین شخص (جو کہ یہوذا الا مسخر یوطی ھے) کو اس سے تشبیہ دی ہے جو اس وقت کی ساری مخلوق میں سے خدا کا محبوب ترین فرد ہے جو کہ حضرتِ عیسیٰ بنِ مریم علیہ السلام ہیں۔ یہوذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے گیا۔ تو خدا نے یہوذا پر عیسیٰ علیہ السلام کا شبہ ڈال دیا تو لوگوں نے یہوذا کو عیسیٰ ؑ سمجھ کر گرفتار کر لیا اور اس کو عیسیٰ ؑ سمجھ کر پھانسی پر لٹکا دیا جبکہ خدا نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو آسمانوں کی طرف اٹھا لیا اور اس کی حکایت قرآن نے بھی کی ہے۔

جیسا کہ قرآن فرماتا ہے:

''وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا۝ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا۝

نیز ان کے کفر کے سبب اور مریم علیہا السلام پر عظیم بہتان باندھنے کے سبب اور ان کے اس قول کے سبب کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح بن مریم علیہ السلام کو قتل کر

Presented by Ziaraat.com

دیا ہے جبکہ حقیقت میں انہوں نے نہ قتل کیا ہے اور نہ سولی پر چڑھایا ہے بلکہ دوسرے کو ان کے لئے شبیہ بنا دیا گیا تھا اور جن لوگوں نے اس میں اختلاف کیا وہ اس میں شک میں مبتلا ہیں اور ظن کی پیروی کے علاوہ ان کے پاس ان کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے اور انہوں نے یقینا عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا اور بے شک اللہ بڑا غالب آنے والا اور حکمت والا ہے [1]۔

اس آیت میں بھی ادنیٰ کو اعلیٰ کی شبیہ بنایا گیا ہے۔

روایات میں ہے کہ آسمانوں میں ایک فرشتے کو علی علیہ السلام کی شبیہ قرار دیا کہ جب ملائکہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی زیارت کے مشتاق ہوں تو اس کی زیارت کر لیں۔

یا جنگ بدر میں جو ملائکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کے لئے اتارے گئے تھے وہ سارے علی علیہ السلام کی شبیہ بنا کر اتارے گئے تھے۔

کتاب العلل: میں ابوحمزہ نے حضرتِ امام محمدِ باقر علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے جس میں حضرتِ امامِ زمانہ عج کا نام ''القائم'' رکھے جانے کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا تو اس وقت فرشتوں نے بارگاہِ خدا میں التجا کی چیخ و پکار کی خدایا تیرے حسین علیہ السلام پر اتنا ظلم ہو رہا ہے تو اس وقت خدا ان فرشتوں سے مخاطب ہوا کہ میں اس کا بدلہ ضرور لوں گا۔ خواہ ایک زمانہ کے گزرنے کے بعد ہی کیوں نہ لوں۔ پھر ان کے سامنے سے ایک پردے کو ہٹایا گیا تو سامنے ایک تصویر آئی جو امامِ حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک امام تھے اور جو اس وقت کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے تو اس وقت فرشتوں کو خطاب ہوا کہ میں اس

(۱)۔ سورۃ نساء: آیت: ۱۵۵ تا ۱۵۷۔

Presented by Ziaraat.com

قائم کے ذریعے اپنے حسین علیہ السلام کا بدلہ لوں گا۔

اور جب خدا نے ارادہ فرمایا کہ اپنے فرشتوں کو زمین پر اپنے بندوں کی عبادت دکھائے تو خدا نے ان میں سے ہر عبادت گزار بندے کی مثال عرش میں خلق فرمائی تو جب وہ بندۂ مومن زمین پر رکوع کرتا تو وہ مثال آسمان پر رکوع کرتی اور زمین پر سجدہ کرتا تو وہ مثال آسمان پر سجدہ کرتی اور جب ملائکہ ان کی مثالوں کو دیکھتے ہیں تو ان کے صاحبِ مثال کے لئے طلب رحمت کرتے ہیں اور ان کے لئے طلبِ مغفرت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کے پروں پر سارے واقعۂ کربلا کی تمثیل حضرتِ آدم علیہ السلام کو ایجاد کر دی اور یہ اس وقت ہوا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے امامِ حسین علیہ السلام کا نام لیا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تو اس وقت انہوں نے خدا سے اس کی وجہ دریافت کی تو خدا نے جبرائیل علیہ السلام کے پروں پر یہ کربلا کا سارا واقعہ تمثیلاً صادر کر دیا۔

ایسے ہی جب حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے خدا جہنم کی آگ کو کیوں خلق کیا ہے تو اس وقت خدا نے ان کے لئے واقعۂ کربلا کو تمثیلی صورت میں پیش کیا (کہ ان کے قاتلوں کے لئے اس کو خلق کیا گیا ہے)۔

سید ابنِ طاؤس نے اپنی کتاب ''الاقبال'' میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یومِ ولادت کے زیارت میں ذکر کیا ہے اور انہوں نے حضرتِ امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے بارے میں ہے۔ اس میں حضرتِ امام علیہ السلام فرماتے ہیں۔ یقیناً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریب سے تیرے سلام کو سنتے ہیں اور تو اگر دور ہے تو تیری طرف سے ان تک تیرا سلام پہنچایا جاتا ہے۔ پس جب بھی تو آپؐ کی زیارت کا قصد کرو تو اپنے سامنے آپؐ کی قبر کی شبیہ بنایا کرو اور اس پر آپؐ کا اسمِ

Presented by Ziaraat.com

گرامی تحریر کیا کرو اور پھر غسل کرو اور ان کی مثالی قبر کے سامنے کھڑے ہو جاؤ اور ان کی زیارت پڑھو۔

ابو حامد الغزالی نے اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں ایک روایتِ مرسلہ تحریر فرمائی ہے کہ جس میں ذکر ہوا ہے کہ فرعون کا ایک مسخرا تھا جو اس کے سامنے حضرتِ موسیٰ بنِ عمران علیہ السلام کی شبیہ بنتا تھا جیسے وہ بکریاں چرایا کرتے تھے اور کبھی وہ سخت اونی کپڑے پہن لیتا اور ہاتھ میں عصا لے لیتا اور اس کے ذریعے بکریوں کو ہانکتا۔ وہ ایسا اس لئے کرتا تا کہ فرعون اس کی اس حرکت سے خوش ہو اور ہنسے۔ جب اللہ تعالیٰ نے قومِ فرعون کو غرق کیا تو ساری قوم کو غرق کر دیا لیکن موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی عزت و کرامت کی خاطر اس مسخرے کو غرق ہونے سے بچا لیا کیونکہ وہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی شبیہ بنتا تھا اور وہ بھی ایک مختصر مدت کے لئے جبکہ وہ یہ کام فقط فرعون اور اس کے درباریوں کو خوش کرنے کے لئے کرتا تھا۔

جیسے ادنیٰ کو اعلیٰ کی شبیہ بنانا جائز ہے ایسے ہی اعلیٰ کو ادنی کی شبیہ بنانا جائز ہے۔ تو اس سے ثابت ہوا ہے مومنین کا واقعۂ کربلا کی تمثیل میں امامِ حسین علیہ السلام کی شبیہ بن جانا بھی اولاً بالذات مباح ہے اور چونکہ اس میں غرض اس واقعۂ مصیبت زدہ کی یاد کو تازہ کرنا ہے لہٰذا اس غرضِ عارضی کی وجہ سے یہ مستحب بھی ہے۔ خصوصاً جب اس سے غرض گریہ و بکا کو زیادہ کرنا ہو اور امامِ حسین علیہ السلام کے عزا و غم میں تجدیدِ عہد کرنا اور اہلِ بیت علیہم السلام کے امر کو زندہ کرنا ہو۔ حتیٰ کہ بعض جنگوں میں حضرت علی امیر المومنین علیہ السلام کا عبداللہ بن عباس کی شبیہ بننا بھی نقل ہوا ہے اور یہ اس وقت کیا کہ جب جنگِ صفین میں کوئی بہادر آپ کے سامنے نہیں آ رہا تھا۔ سب آپؑ سے ڈرتے تھے تو اس وقت امام علیہ السلام عبداللہ بن عباس کی مثل لباس زیبِ تن کر کے اس کی شبیہ بن کر میدان میں گئے تو

Presented by Ziaraat.com

یہ فعلِ معصومؑ بھی جوازِ تشبیہ پر دلالت کرتا ہے۔

حضرتِ جبرائیل علیہ السلام بھی اکثر اوقات وجیہ الکلبی کی شکل میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور بعض اوقات اولاد عباس کی شبیہ بن کر بھی جبرائیل علیہ السلام رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے تھے اور یہ اس وقت ہوا جب حضرتِ جبرائیل علیہ السلام نے بنوعباس کے جرائم کے بارے میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی تو اس وقت اولادِ عباس کی شکل میں آئے تاکہ ان کے جرائم کے بارے میں خبر دیں تو اس وقت انہوں نے سیاہ لباس زیبِ تن کیا ہوا تھا اور آپؐ سے ہم کلام تھے۔

پس وہ چیز جو یہ بیان کرے کہ کافر کی شبیہ بنانا یہ مرجوع ہے یہ حرمتِ شبیہ کو بیان نہیں کرسکتی۔ بلکہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی عادی عمل میں کسی کافر کے ساتھ شبیہ کو جو اس کی محبت کی وجہ سے ہو وہ حرام ہے۔ پس مسلمان کا کسی غیرِ مسلمان کی شبیہ بننا یہ حرام ہے کیونکہ اس سے اس کی شخصیت ختم ہوتی ہے اور اس کافر کی شخصیت ظاہر ہوتی ہے۔

پس کفار کے ساتھ ان کی اتباع کرتے ہوئے ان کی تشبیہ بنانا یا ان کے کسی واقعے کی عظمت کو اجاگر کرنے کے لئے ان کی تقلید کرنے کے لئے ایسا کرنا یہ حرام ہے لیکن وہ تشبیہ جو وقتی طور پر ہو جو عظمتِ اہلِ بیت علیہم السلام کو اجاگر کرنے یا ان کے دشمنوں کے جرائم کو اجاگر کرنے کے لئے ایسا کرنا یا اہلِ بیت کی عظمت و شان کو ظاہر کرنے کے لئے یا ان کے دشمنوں کو رسوا کرنے کے لئے تشبیہہ بنانا یہ حدیث اس کو شامل نہیں ہے بلکہ یہ حدیث اشارہ کرتی ہے دوسری دو احادیث کے مدلوں کی طرف جس میں ارشاد ہوا ہے کہ:

"اَوْمَنْ اَحَبَّ قَوْماً فَھُوَ مِنْھُمْ"

Presented by Ziaraat.com

''جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے وہ اس سے شمار ہو گا۔''

دوسری حدیث میں

''وَمَنْ اَحَبَّ عَمَلَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ''

''جو کسی قوم کے عمل سے محبت کرتا ہے وہ اس میں ان کا شریک شمار ہو گا۔''

بہر حال مردوں کا عورتوں کے مشابہ ہونا یا عورتوں کا مردوں کے مشابہ ہونا اس کی حرمت بھی ثابت نہیں ہے۔ مثلاً مردوں کا عورتوں والا لباس پہننا یا مردوں کا عورتوں کی طرح پاؤں میں پازیب پہننا وغیرہ یا عورتوں کی مانند محمل میں بیٹھنا وغیرہ یہ فقط تشبیہ صوری ہے اس کی حرمت معلوم و واضح نہیں ہے بلکہ وہ تشبیہ جو حقیقی ہے وہ مرد کا عورت کے مشابہ ہونا یہ حرام ہے۔ مثلاً مرد مردانی چھوڑ دے اور عورتوں کا طرزِ زندگی اپنا لے اور اپنے آپ کو عورت شمار کرے۔ جیسا کہ کافی شہروں میں ایسا ہوتا ہے۔ اسی کی حرمت کا فتویٰ محققِ قمی نے اپنی کتاب ''جامع الشتات'' میں دیا ہے اور شیخِ انصاری نے اپنی کتاب ''مکاسب'' میں اسی کی حرمت کو بیان کیا ہے۔ محققِ نائینی نے بھی اپنے فتاویٰ مشہورہ میں بیان کیا ہے جس پر تمام فقہا کا اتفاق و اجماع ہے کہ یہ تشبیہ حرام ہے اور یہ چاپ ہو چکی ہے اور محققِ ماحقانی نے اپنے خاص رسالے جو شعائرِ حسینیہ کے نام سے ہے اس میں بھی اس کو بیان کیا ہے۔

محققِ قمی: نے اپنی کتاب ''جامع الشتات'' میں جو فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ روایات و اخبار جو بیان کرتی ہیں کہ مرد کا عورت کی شبیہ بننا حرام ہے اور ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ ایک مرد اپنے آپ کو مردانہ ہیبت سے خارج کر کے عورتوں کی ہیبت میں داخل کرے یعنی مرد ہو کر اپنے آپ کو عورت قرار دے اور ان کی صنف سے شمار کرے اور ایسے ہی کوئی عورت اپنے آپ کو مردوں کی صنف سے قرار دے یہ حرام

Presented by Ziaraat.com

ہے اور ممنوع ہے۔ لیکن قلیل وقت میں کچھ دیر کے لئے کسی خاص غرض کی خاطر ایک کا دوسرے کی شبیہ بن جانا یہ حرام و ممنوع نہیں ہے اور اخبار جو منع وارد کرتے ہیں ان کا اس کی طرف انحراف بھی نہیں ہے۔

علامہ محقق شیخِ انصاری: فرماتے ہیں کہ ظاہر روایات یہ ہیں کہ وہ شبیہ جو حرام ہے وہ ایک مرد کا اپنے آپ کو مونث قرار دینا (یعنی مونث والا کام کروانا یا کرنا) یا ایک عورت کا اپنے آپ کو مذکر قرار دینا ہے (جیسا کہ آج کے دور میں خنثیٰ ہوتا ہے) ورنہ فقط ایک مرد کا عورت والا لباس پہننا یا عورت کا مرد کا لباس پہننا جب کہ تشبیہ کا قصد بھی نہ ہو یہ حرام نہیں ہے اور اس کی تائید وہ روایت ہے جو علل الشرائع میں نقل کی گئی ہے کہ جس میں ذکر ہوا ہے ''یقیناً حضرتِ علی علیہ السلام نے ایک شخص کو مسجدِ نبوی میں دیکھا جو عورتوں کی شبیہ بنا ہوا تھا تو آپؑ نے اس سے فرمایا ''رسولِ خدا کی مسجد سے باہر چلے جاؤ کیوں کہ میں نے حضرتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

''لَعَنَ اللّٰہُ الْمُتَشَبِّھِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّھَاتُ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ''

''خدا لعنت کرے ان مردوں پر جو مرد ہو کر عورتوں کے مشابہ بن گئے اور ان عورتوں پر جو عورت ہو کر مردوں کے مشابہ ہیں یعنی خنثیٰ ہیں اور یہ ایک دوسرے سے نکاح کرتے ہیں''

(یعنی مرد ہو کر عورتوں کی طرح مردوں سے بدفعلی کرواتے ہیں یا عورتیں ہو کر دوسری عورتوں سے بدفعلی (ساقہ) کرتی ہیں۔)

اسی نظریے کو علامہ فقیہِ مازندارنی نے اپنی کتاب ''ذخیرہ'' میں اختیار کیا ہے اور خود ان کی کتاب پر حاشیہ لکھنے والے علما نے بھی اس سے اتفاق کیا ہے جیسا کہ خود آقا

Presented by Ziaraat.com

کے بیٹے ہیں اور سید صدر اور میرزا شیرازی حائری اعلی اللہ مقامھم ہیں محقق نائینی اپنے ''فتویٰ الشھیرہ'' (مشہور فتاویٰ) میں کہ جس پر تمام علما امامیہ کا اتفاق ہے اس میں فرماتے ہیں ''ظاہر یہ ہے کہ وہ تشبیہات وتمثیلات جو شیعہ امامیہ عزا و بکا کے لئے بناتے ہیں ان کے جواز پر کوئی اشکال نہیں ہے۔ اگر چہ اس میں مرد، عورتوں والا لباس پہنتے ہوں اور یہی اقوی ہے۔

آیۃ اللہ الماحقانیؒ فرماتے ہیں کہ ''تمام چیزوں میں سب سے زیادہ واضح وروشن کہ جن کا اخبار وروایات احاطہ کئے ہوئے ہیں کہ جس پر کوئی آیت وروایت وارد نہیں ہوئی خواہ وہ روایت صحیفہ ہو یا با مرسلہ نہیں ہے جو اس پر دلالت کرے کہ ایک شخص کا دوسرے شخص کی شبیہ ہونا یا کسی خاص واقعے میں کسی کا دوسرے کی شبیہ بنانا حرام ہو۔ جب اس کے لئے کوئی غرض عقلائی موجود ہو۔''

پس جو شخص اس کی حرمت کا دعویٰ کرے اور یہ دعویٰ کرے کہ اس میں آیات و روایات موجود ہیں تو اس کو چاہیے کہ وہ ان آیات وروایات کو لے کر سامنے آئے حالانکہ وہ اس کی ہرگز استطاعت نہیں رکھتا تو جب اس کی قدرت و طاقت میں نہیں ہے تو پھر کیسے ممکن ہے کہ کوئی یہ دعویٰ کرے اور اس کو حرام یا ممنوع قرار دے۔ اس کے باوجود سب سے پہلے جس شخص نے اس واقعۂ کربلا کی اور اس جیسے واقعات کی تمثیل کی اور اس کی تمثیل بھی مشہور ہوئی ہے وہ علامۂ مجلسی ہیں۔ اور یہ سب سے بڑے عالم ہیں اور روایات پر بہت سے علما سے زیادہ اطلاع رکھتے ہیں اور انہیں فقہا کے کلمات کے بارے میں بھی ان سے زیادہ آگاہی ہے۔ اور بعد والے علما نے ان کے فعل کی تصدیق کی کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔

علامہ شیخ عبدالحسین حلی نجفی اپنی کتاب ''النقد النزیہ'' میں فرماتے ہیں کہ وہ تشبیہ

Presented by Ziaraat.com

جس کے بارے میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ تمثیل میں واقع ہوئی ہے کہ ایک مرد اپنی مردانگی کے ساتھ سر سے پاؤں تک سیاہ چادر اوڑھ لیتا ہے تاکہ وہ دوسروں کو عورت نظر آئے۔ وہ یہ تشبیہ ہے جس کی حرمت شریعتِ اسلامیہ میں ثابت نہیں ہے اور ہم نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جس نے اس کی حرمت پر نص کی ہو یا اس کی بات کا ظہورِ حرمت ہو۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

''کچھ کوتاہ نظر اشخاص نے اس کا سہارا لیا ہے کہ جب ایک مرد حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کی شبیہ بنتا ہے تو گویا اس نے امامؑ کی توہین کی ہے اور توہینِ امامؑ حرام ہے۔ خصوصاً جب کوئی ایسا شخص امامؑ کی شبیہ بنتا ہے جو غیر متشرع ہے، فاسق و فاجر ہے۔ تو انؑ کی توہین ہوتی ہے اور یہ بلاشبہ حرام ہے۔''

یہ ایک ایسا شبہ ہے کہ جو کسی پر بھی مخفی نہیں ہے کیونکہ توہین کا عنوان اس مقام پر صادق نہیں آتا جبکہ توہین کا ارادہ بھی نہیں کیا گیا۔ جیسے ظلم ہے کہ جب کسی بچے کو ظلماً مارا جائے تو حرام ہے لیکن وہی مار ادب کے لئے ہو تو حرام نہیں ہے۔ ایسے ہی یہاں ہے۔ اس فعل سے توہین کا اصلاً ارادہ و قصد نہیں ہوتا۔ لیکن یہ دعویٰ کرنا کہ قصداً توہین واقع ہو جائے گی جبکہ کرنے والے کا یہ ارادہ نہیں بلکہ اس نے اس فعل کو کسی اور غرض سے انجام دیا ہے۔ یہ معقول نہیں ہے۔ ہاں بعض اوقات الفاظ سے توہین ہو جاتی ہے۔ خواہ اس کا ارادہ نہ کیا جائے لیکن افعال کہ جن کا وقوع کسی اور وجوہ پر ہوا ہو فقط وقوعِ فعل سے توہین متحقق نہیں ہوگی تو جب ایسے افعال سے توہین واقع نہیں ہوتی تو وہ افعال جن کو انجام ہی فقط اس غرض سے دیا گیا ہے کہ اس سے گریہ و بکا ہو تو ان افعال سے توہین کیسے ہو سکتی ہے؟ خصوصاً وہ افعال جو امامِ حسین علیہ السلام کے دشمنوں کی طرف

Presented by Ziaraat.com

سے کربلا میں واقع ہوئیں ان کی حکایت کرنا تا کہ ان پر ہونے والے مظالم کی یاد تازہ رہے اس سے توہین نہیں ہوگی۔

اور سیرت واخبار بھی ایک مرد کے دوسرے مرد کی شبیہ بننے کو بیان کرتے ہیں اور یہ بہت زیادہ روایات ہیں اور ان کے بہت زیادہ موارد ہیں۔

شاید وہ روایات جو مرد کی عورت اور عورت کی مرد سے شبیہ کی حرمت کو بیان کرتی ہیں ان کا ظہور اس میں ہو کہ دائماً اور ہمیشہ شبیہ ہو جانا حرام ہے یا جنسی تشابہ یہ حرام ہے جیسا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہونے والی روایات بھی اس کو بیان کرتی ہیں۔ جس میں آپؐ نے فرمایا کہ خدا لعنت کرے ان خنثیٰ مردوں پر جو عورتوں کے مشابہ بن کر رہتے ہیں یا ان عورتوں پر جو مردوں کے مشابہ بن کر رہتی ہیں۔ اور وہ روایت جو اصل ابی سعیدِ عصفری سے مروی ہے جو انھوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: "خدا اور اس کے ملائکہ اس مرد پر لعنت کرتے ہیں جو مرد ہو کر عورت بن جائے اور اس عورت پر جو مرد بن جائے" (یعنی ایک دوسرے والے افعال انجام دیں)

پس حرام یہ ہے کہ مرد عورت والے اور عورت مرد والے کام کرے (جیسا کہ بعض خنثیٰ ایسا کرتے ہیں) ورنہ فقط شبیہ یا ایک دوسرے کا لباس پہننا یہ حرام نہیں ہے۔

بلکہ بعض روایات سے اس تشبیہ موقتی کا جواز بھی ظاہر ہوتا ہے اور ان میں سے ایک وہ واقعہ بھی ہے جس کو اکثر تواریخ واخبار نے بھی ذکر کیا ہے۔ جب جنگِ جمل میں امیر المومنین علیہ السلام کو عائشہ پر فتح حاصل ہوئی تو آپؑ نے عائشہ کو مدینے روانہ کیا تو آپؑ نے عائشہ کے ساتھ چالیس عورتوں کو مردانہ حربی لباس زیبِ تن کروایا اور ان کو عمامے اور تحت الحنک بھی کروایا اور ان کو تلواریں ساتھ رکھنے کا حکم بھی دیا تا کہ وہ ام المومنین

Presented by Ziaraat.com

عائشہ کی حفاظت کرتے ہوئے ان کو مدینے پہنچائیں۔ پس مردوں کا عورتوں یا عورتوں کا مردوں کی شبیہ وقتی طور پر ہونا یہ حرام نہیں ہے۔ خصوصاً تمثیل میں بلکہ کربلا کے واقعۂ فاجعہ میں ایسا کرنا فقط جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے۔ خصوصاً جب یہ تمثیل دوسرے اعتبارات سے محفوظ ہو کہ جو کسی ذاتی اصیلہ اعتبار سے ہو۔

Presented by Ziaraat.com

تطبیر (تلواروں کا ماتم)

عزادارانِ امامِ حسین علیہ السلام کا ایک گروہ عاشورے کی رات عزاخانوں میں جمع ہوتا ہے خواہ وہ کربلا ہو یا دوسرے شہروں میں ہو اور وہ لوگ اپنے اپنے عزاخانوں کے درو دیوار کو کالے کپڑوں سے سجاتے ہیں اور اس میں مختلف قسم کی روشنیوں والے بلب لگاتے ہیں اور وہ عزادار اپنے اپنے سروں کو استرے سے منڈواتے ہیں اور اپنی کمروں کو کپڑے سے باندھتے ہیں اور سفید کفن کے دو کپڑے زیبِ تن کرتے ہیں، جو ایک چادر اور قمیض پر مشتمل ہوتا ہے اور یہ عزادار انہی کمروں کے ساتھ تلواروں کو باندھتے ہیں اور پھر وہ ایک منظم حلقے کی شکل میں اپنے عزاخانوں سے باہر آتے ہیں اور ان کے آگے آگے ایک حلقہ ہوتا ہے جس کے پاس طبل، باجے اور طوطیاں ہوتی ہیں اور وہ طبل بجا رہے ہوتے ہیں اور باجے اور طوطیاں بجا رہے ہوتے ہیں اور ان کی آواز ایسے آتی ہے کہ وہ حسین علیہ السلام حسین علیہ السلام، حیدر علیہ السلام حیدر علیہ السلام کی صدائیں دیتے ہیں اور وہ ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے جنگ کے موقعے پر نقارہ بجایا جاتا ہے اور ان کی آواز سے زمین کانپ رہی ہوتی ہے اور قریب و دور کے سننے والوں کے جسموں پہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ حلقے محرم کی عاشور کی رات میں ایسے ہی ایک عزاخانے سے دوسرے عزاخانوں کی طرف چکر لگاتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.com

خواہ وہ عزاخانے کربلا یا دوسرے مقامات پر ہوں یہاں تک کہ عاشور کی صبح نمودار ہو جاتی ہے اور اس وقت اذانِ صبح جو سنتِ علی اکبر علیہ السلام ہے اس کی صدا بلند ہوتی ہے اور اس اذان کے دوران رونے کی صدائیں بلند ہوتی ہیں اور اس کے بعد نمازیوں کی نماز ادا کرنے کی آوازیں آتی ہیں۔

جب طلوعِ آفتاب ہوتا ہے تو عزاخانوں کے دوبارہ حلقے بن جاتے ہیں اور طبل اور طوطیاں اور باجے بجائے جاتے ہیں اور ان نقاروں سے حسین علیہ السلام حسین علیہ السلام حیدر علیہ السلام حیدر علیہ السلام کی آوازیں آتی ہیں کہ ان کی دھمک سے زمین کانپتی ہے اور انسانی جانیں کانپ کر رہ جاتی ہیں اور اس نقارے کو سننے والے خواہ وہ دور سے سننے والے ہوں یا نزدیک سے ان کے جسموں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور شہروں کی بنیادیں اس مصیبتِ عظمیٰ پر ہل جاتی ہیں اور یہ حلقے ایسے ہی سڑکوں پر آتے ہیں اور اس کے دونوں طرف چلتے ہوئے بڑھتے ہیں اور ایسے ہی عزاخانوں سے عزاداروں کے حلقے اپنے اپنے مراکز سے نکلتے ہیں۔ وہ عزاخانے کربلائے مقدس میں ہوں یا دوسرے شہروں میں ہوں جو فقط اس عزاداری کے لئے بنائے جاتے ہیں۔

بارہ خیمے جو ان مقدس مقامات کی طرف منسوب ہوتے ہیں جن کو اس لئے بنایا گیا ہوتا ہے۔ پھر وہ تلواروں سے ماتم داری کرتے ہیں اور پھر وہاں سوائے تلواروں کے کہ جن سے خون ٹپک رہا ہوتا ہے اور کچھ نظر نہیں آتا اور ان عزاداروں کے سر خون آلودہ اور ان کے وہ سفید کفن خون آلودہ ہوتے ہیں اور ان کے سروں، تلواروں کی دھاروں اور سفید کفنوں سے خون جاری ہوتا ہے اور عزا کے حلقوں میں سے طبل، طوطیوں کی آوازوں اور نقاروں کی آوازوں اور عورتوں اور مردوں کے رونے اور

Presented by Ziaraat.com

گریے کی آوازوں کے علاوہ کچھ نہیں سنا جاتا۔ پورے شہر کا ماحول ایک غم زدہ ماحول میں تبدیل ہو چکا ہوتا ہے۔ وہ ایسا ماحول ہوتا ہے جس میں خون اور آنسو کے قطرے مخلوط ہو رہے ہوتے ہیں اور وہ دلوں کو غم کے دریا میں ڈبو دینے والا ہوتا ہے اور اس سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہوتا ہے اور دل افسوس کر رہے ہوتے ہیں۔ اس بات پر کہ ہم کربلا میں کیوں نہیں تھے تا کہ ہم امامِ حسین علیہ السلام کی مدد کرتے لیکن پھر وہ اپنے آپ کو تسلی دیتے ہیں کہ ہم کربلا میں نہیں تھے اور ہم نے امامِ حسین علیہ السلام کو نہیں پایا تا کہ ان کی مدد کرتے لیکن آج ہم نے دس محرم کی تاریخ کو پالیا ہے کہ تا کہ ہم اس میں امامؑ کی مدد کریں اور ان کی مصیبت کو یاد کریں اور ان کے غم کو ایک دوسرے میں بانٹ سکیں۔ پھر وہ تمام عزادار منتشر ہو جاتے ہیں۔ خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے، سب کے دل اس غم کی آگ میں جل رہے ہوتے ہیں اور ان کے دلوں میں آپؑ کی قربانی کی عظمت اور ان کی عقلوں میں عبرت و وعظ پائی جاتی ہے کہ جس کو دور نہیں کیا جا سکتا خواہ اس کو سارا زمانہ دور کرنا چاہے اور اس غم کو مٹایا نہیں جا سکتا۔ خواہ سارے دریاؤں کے پانی سے اس کو دھویا جائے۔

گویا ہم تصور کرتے ہیں کہ تحقیق کام حسین علیہ السلام اپنے انصار اور مددگاروں کو پانا چاہیے کہ ان عزا کے حلقوں میں پائیں گے اگر وہ انصار زیادہ نہ ہوں لیکن دوسرے لوگوں کی نسبت ان میں پائے جانے والے انصار کم نہیں ہوں گے۔

یہ تلواروں کے ماتم کے حلقے غمِ حسین علیہ السلام کو زندہ رکھتے ہیں۔ دوسرے حلقوں سے زیادہ قدرت رکھتے ہیں کیونکہ ان میں تمام وہ ساز و سامان پایا جاتا ہے جو ایک جنگ میں موجود ہوتا تھا۔ مثلاً طبل، باجے، طوطیاں، تلواریں کہ جن سے خون کے قطرے ٹپک رہے ہوتے ہیں اور لوگوں کے سروں سے خون جاری ہوتا ہے اور کفن

Presented by Ziaraat.com

سرخ ہو چکا ہوتا ہے اور وہ جوش و جذبہ جو اس تلواروں کے ماتم کے سبب پیدا ہوتا ہے جس کو کوئی خطیب یا واعظ یا کوئی اور ماتمی حلقہ پیدا نہیں کر سکتا۔ حتیٰ کہ وہ واقعے کی جو تمثیل بنائی جاتی ہے وہ بھی ایسا جذبہ پیدا نہیں کر سکتی کیونکہ یہ تلواروں کا ماتمی حلقہ غم و مصیبت کو سب سے زیادہ دقیق انداز میں پیش کرتا ہے۔ یہ تمثیل واقعے کو پیش کرتی ہے یعنی جو بھی اس تمثیل کو دیکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ اصل واقعہ نہیں بلکہ اس کی تمثیل ہے جبکہ تلواروں کے ماتم کے ذریعے پیدا ہونے والا غم واقعے سے بے نیاز ہوتا ہے۔

پس اس حلقے میں تلواروں کا ماتم کہ جن میں تلواروں سے خون ٹپک رہا ہوتا ہے اور سر زخمی و سرخ ہوتے ہیں اور کفنوں کا رنگ سرخ ہو چکا ہوتا ہے۔ یہ گویا ایسے ہے جیسا کہ آپ غم کو لمس کر رہے ہیں اور یہ کیفیت اس تلواروں کے ماتم کے حلقے کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ یہ آنسوؤں کی کثرت کا موجب ہے۔ اور یہ غم حسین علیہ السلام کو دلوں میں راسخ کرنے میں دوسروں کی نسبت زیادہ قوی ہوتا ہے۔

اس کی شرعی حیثیت:

حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کے غم میں تلواروں کا ماتم بذاتِ خود جائز ہے اور بالغرض مستحب ہے اور اس کے جواز میں کسی فقیہ کو مناقشہ نہیں ہے لیکن اس کے جواز پر چند مناقشات وارد کئے گئے ہیں اور ہم ان کے بارے میں کچھ تفصیل ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ ہر چیز سے قبل ضروری ہے کہ ہم کربلا کی عظیم مصیبت کے جواز کی وضاحت کریں۔

حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام پر وارد ہونے والے مصائب ان مصائب کی مانند نہیں ہیں

Presented by Ziaraat.com

جو دوسرے انبیاو مرسلین اور ان کے اوصیا پر وارد ہوئے ہیں کیونکہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے وصیؑ اور حضرتِ زہرا سلام اللہ علیہا اور امامِ حسن علیہ السلام اور امامِ حسین علیہ السلام اور ان کی اولاد میں سے باقی آٹھ ائمہ علیہم السلام جو سب شہید ہوئے ہیں ان میں سے کچھ تلوار اور باقی زہر کے ذریعے شہید ہوئے تھے ایسے ہی کافی انبیاو مرسلین اور ان کے اوصیا اور صالح مومنین جن کو قتل کیا گیا اور بعض کو تیز دھار آرے سے چیرا گیا اور بعض جن کے جسموں کو قینچی سے کاٹا گیا اور بعض کی جلدوں کو اتارا گیا اور بعض کو آگ میں جلایا گیا اور بعض کو گرم تیل میں ڈالا گیا حتیٰ کہ ان کا گوشت اور ہڈیاں جدا جدا ہو گئیں لیکن کسی پر آسمان وزمین نے گریہ نہیں کیا جیسے امامِ حسین علیہ السلام پر آسمان وزمین نے گریہ کیا اور آسمان کا رنگ تبدیل نہیں ہوا جیسے امامِ حسین علیہ السلام کی شہادت پر اس کا رنگ تبدیل ہوا تھا۔

پس جب حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا تو کائنات کی ہر چیز نے گریہ کیا۔

امالی شیخِ صدوق میں علل سے میثمِ تمار سے اور حضرتِ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام سے نقل کیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

"حسین علیہ السلام پر ہر چیز روئی حتیٰ کہ جنگل کے جانور، سمندر کی مچھلیاں، ہواؤں کے پرندے بھی آپؑ پر روئے۔ سورج اور چاند، ستارے، آسمان وزمین تمام جن وانس کے مومنین، زمین وآسمانوں کے تمام فرشتے اور رضوان وملائکہ اور وہ فرشتے جو حاملان عرش ہیں تمام روئے اور آسمان سے خون اور سرخ راکھ برسی۔"

علامہ شیخِ صدوق نے اپنی کتاب امالی میں حسین بن ابی فاختتہ سے اور انہوں نے حضرتِ امام ابوعبداللہ الصادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

''جب امامِ حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا تو آپؑ پر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اور

Presented by Ziaraat.com

جو کچھ ان پر اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب روئے اور جو کچھ جنت و جہنم میں اور جو کچھ دیکھا اور جو کچھ نہیں دیکھا جا سکتا تھا سب نے آپ علیہ السلام پر گریہ کیا۔''

جلاء العیون میں ابو بصیر نے ابو عبداللہ الصادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے آپ ؑ نے فرمایا:

''امامِ حسین علیہ السلام کی شہادت کی وجہ سے آسمان و زمین روئے اور دونوں سرخ ہو گئے اور انہوں نے سوائے یحییٰ بنِ زکریا علیہ السلام اور امامِ حسین علیہ السلام کے کسی دوسرے پر گریہ نہیں کیا۔''

جلاء العیون میں نیز علی بن سھر القریشی نے بیان کیا ہے کہ مجھے میرے دادا نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کے زمانہ کو پایا تھا وہ فرماتے ہیں کہ پورے چھ ماہ یا نو ماہ تک آسمان خون کے لتھڑے کی مانند سرخ تھا کہ گویا سورج خون میں ہوتا تھا۔

علی بن حسین علیہما السلام سے روایت ہے کہ آپ ؑ فرماتے ہیں:

"جب سے خدا نے آسمان کو بنایا ہے وہ کسی پر نہیں رویا۔ سوائے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام اور حسین بن علی علیہما السلام کے۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے آپ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آسمان کا رونا کیسا تھا؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا جو کپڑے زیرِ آسمان ہوتے تو ان پر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا خون کی بارش برسی ہے۔

ابنِ شہرِ آشوب اپنی کتاب مناقب میں تحریر فرماتے ہیں کہ قطرۃ ازدیہ سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہے کہ جب امامِ حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا تو آسمانوں سے خون کی بارش برسی اور ہماری ہر چیز خون سے پر ہو گئی۔

نیز وہ فرماتی ہیں کہ جب امامِ حسین علیہ السلام کو قتل کیا گیا تو آسمان سے خون کی بارش برسی

Presented by Ziaraat.com

کہ ہمارے پانی کے برتن بھی خون سے پر ہو گئے تھے۔

طرفۃ بن عبداللہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نصف دن تھا کہ آسمان سے خون کی بارش برسی۔ میرے سر پر سفید پگڑی تھی۔ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ سرخ ہو چکی ہے اور میں نے اپنے اونٹ کے سامنے پانی رکھا تو میں نے دیکھا کہ وہ بھی خون ہو چکا تھا۔ پس اس کے بارے میں مجھے معلوم ہوا کہ یہ وہ دن تھا جس دن حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا تھا۔

امِّ سلیم سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں جب حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا تو آسمان سے خونی بارش برسی۔ ہمارے گھر اور صحن سب سرخ ہو گئے تھے۔

عقیلۂ بنی ہاشم حضرتِ بی بی زینب سلام اللہ علیہا نے جو کوفے میں خطبہ دیا تو اس میں آپ(س) نے فرمایا:

''کیا تم اس پر تعجب کر رہے ہو کہ آسمان سے خون کی بارش برس رہی ہے جبکہ اس سے زیادہ رسوا کرنے والا آخرت کا عذاب ہوگا کہ جس میں تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔''

حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کے لئے جو زیارات نقل ہوئی ہیں ان میں سے بعض میں یہ فقرے بھی آئے ہیں ''آپ پر سلام! اے وہ امامؑ جس پر آسمان خون رویا۔''

ایک اور زیارت میں یہ ہے کہ ''اس پر آسمان اور جو کچھ اس میں اور زمین اور جو کچھ اس پر ہے وہ سب روئے۔''

ابنِ عساکر نے اپنی تاریخ میں اور ابنِ حجر نے الصواعق المحرقۃ میں تحریر کیا ہے ''یقیناً جس دن حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا اس دن آسمانوں سے خون برسا اور تمام گھر اور ان کے صحن و در و دیوار سب سرخ ہو گئے اور اس کا اثر ایک طویل مدت

Presented by Ziaraat.com

تک باقی رہا۔"

نیز ابنِ عساکر نے اپنی تاریخ میں اور ابن حجر نے اپنی کتاب الصواعق المحرقۃ میں تحریر کیا ہے کہ جب امامِ حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا تو جس پتھر کو بھی زمین سے اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے خون جوش مارتا ہوا برآمد ہوتا تھا۔

جلاء العیون میں ہے کہ امِ حیان فرماتی ہیں کہ جب حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا تو تین دن تک ہمارے اوپر تاریکی چھائی رہی۔ اور ہم میں سے جو عورت بھی اپنے چہرے پر کوئی خوشبو استعمال کرتی تو اس کا چہرہ جلنا شروع ہو جاتا اور بیت المقدس سے جو پتھر بھی اٹھایا جاتا تو اس کے نیچے سے جوش مارتا ہوا خون نکل آتا تھا۔

ابنِ عساکر نے اپنی تاریخ میں اور ابن حجر نے اپنی کتاب الصواعق المحرقۃ میں تحریر کیا ہے جب حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کا سرِ اقدس دارالامارہ میں داخل ہوا تو دارالامارہ کے در و دیوار سارے سرخ ہو گئے۔

ابن الاثیر نے اپنی تاریخ الکامل میں تحریر کیا ہے جب حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کا سرِ اقدس دارالامارہ میں داخل ہوا تو اس کی بعض دیواروں سے آگ خارج ہوئی جو ابنِ زیاد کی طرف بڑھی تو وہ دوڑتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

تاریخ الکامل میں ابنِ الاثیر نے تحریر کیا ہے کہ جب امامِ حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا تو پورے دو ماہ یا تین ماہ تک در و دیوار سورج کے طلوع و غروب کے وقت رنگین ہو جاتے تھے۔

نیز تاریخِ کامل الصواعق المحرقۃ، تاریخِ ابنِ عساکر، تذکرۃ الخواص اور تاریخ کی دوسری کافی کتابوں میں مختلف جملات پائے جاتے ہیں جن کو ہم نے اس مقام پر جمع کر دیا ہے۔

Presented by Ziaraat.com

جب حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا

۱۔ دنیا میں تین دن تک اندھیرا چھا گیا۔

۲۔ اندھیرا اتنا زیادہ تھا کہ لوگ گمان کرنے لگے کہ قیامت آنے والی ہے۔

۳۔ نصف النہار ستارے نظر آنے لگ گئے اور بعض سیارے دوسروں سے ٹکرانے لگ گئے، تین دن تک دنیا ایسے ہی رہی۔

۴۔ تاریخ النسوی میں اسود بن قیس سے روایت ہے کہ جب امامِ حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا تو پورے چھ ماہ تک سورج کے طلوع اور غروب کے وقت مشرق و مغرب سرخ ہو جاتے تھے۔

الثعلبی نے قرآن کی اس آیت "فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ" کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ آسمان پر شفق پر جو سرخی ظاہر ہوتی ہے وہ امامِ حسین علیہ السلام کے قتل سے پہلے نہیں تھی۔

سید ابنِ طاؤس فرماتے ہیں کہ جب حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا تو اسی وقت آسمان پر ایک شدید سیاہ و تاریک آندھی اور غبار چھا گیا۔ اور اس غبار میں سرخ آندھی آئی کہ جس میں آنکھ دیکھ نہیں سکتی تھی۔ یہ صورتحال ہوگئی کہ لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ سخت عذاب آنے والا ہے اور یہ صورتحال ایک گھنٹے تک باقی رہی اور اس کے بعد وہ چھٹ گئی۔

جلاء العیون میں فتح بن عابد سے روایت ہے کہ میں ہر روز روٹیاں توڑ توڑ کر ٹکڑے چڑیوں کو ڈالتا تھا اور وہ ان کو کھاتی تھیں۔ جب ۶۱ ہجری کے محرم میں عاشور کا دن آیا تو میں نے روٹی توڑ کر چڑیوں کے سامنے ڈالی تو انہوں نے ان کو نہ کھایا تو مجھے معلوم ہوگیا کہ امامِ حسین علیہ السلام کی شہادت کے غم میں نہیں کھا رہی تھیں۔

Presented by Ziaraat.com

تاریخ کامل میں حارث الاعور سے روایت ہے وکہ حضرتِ علی علیہ السلام نے فرمایا میری ماں اور باپ حسین علیہ السلام پر قربان ہو جائیں جن کو کوفہ دشت میں قتل کیا جائے گا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ وحشی اور جنگلی جانور اس کی قبر پر گردنیں لمبی کر کے رو رہے ہیں اور مختلف قسم کے جنگلی جانور قبرِ حسین علیہ السلام پر گریہ اور مرثیہ کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے۔ پس جب ایسے ہوگا تو اس وقت اپنے آپ کو ان پر جفا کرنے سے دور رکھنا۔

ابنِ قولویہ نے کامل میں روایت کی ہے اور یہ روایت بیت المقدس کے اطراف میں رہنے والوں میں سے ایک شخص سے ہوئی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن امامِ حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا تھا اس کے بعد والی شب بیت المقدس اور اس کی اطراف کو میں نے دیکھا۔ (راوی بیان کرتا ہے کہ) میں نے عرض کیا اس شب کی کیا صورتحال تھی؟ تو اس نے جواب میں فرمایا: ''وہاں جو پتھر یا مٹی کا ڈھیلا اور چٹانیں ہم اٹھاتے تھے کہ اس کے نیچے سے تازہ خون جوش مار کر نکلتا تھا اور دیواریں مثل لوتھڑے کے سرخ ہو گئی تھیں اور تین دن تک خونی بارش برستی رہی۔''

نیز کامل میں نقل ہے کہ تین دن تک سورج کو گہن رہا اور اس کے بعد سورج دوبارہ چمکا۔

شیخِ صدوق رحمہ اللہ نے اپنی کتاب امالی اور علل الشرائع میں جبلۃ مکیۃ سے اور انہوں نے میثم التمار سے نقل کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اے جبلہ جب تو دیکھے کہ سورج کی طرف کہ وہ خون کی مانند سرخ ہے تو جان لینا حسین ابنِ علی علیہما السلام قتل کر دیئے گئے ہیں۔

جبلۃ مکیۃ بیان کرتی ہے کہ میں ایک دن گھر سے باہر آئی اور میں نے سورج کی روشنی کو اپنی دیواروں پر دیکھا تو گویا کوئی سرخ چادر دیوار پر ڈالی گئی ہے اور سورج بھی سرخ تھا۔ میں نے چیخ مار کر رونا شروع کر دیا اور میں نے فریاد کر کے کہا خدا کی قسم ہمارے آقا حسین ابنِ علی علیہما السلام کو قتل کر دیا گیا۔

Presented by Ziaraat.com

صواعق محرقہ، مقتل خوارزمی، کواکب الدریۃ، اتحاف، تاریخ خلفا، مجمع الزوائد اور دوسری مقتل کی کتب میں یہ ذکر ہوا ہے:

جب امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا تو سورج کو یوں گہن لگ گیا کہ اس کی روشنی نظر نہیں آتی تھی۔

حافظ ابونعیم نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں ذکر کیا ہے کہ جس دن امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا تو اس دن ظہر کے بعد آسمان پر کافی نشانیاں ظاہر ہوئیں اور ان میں سے ایک یہ تھی کہ آسمان اور فضاؤں میں اس قدر اندھیرا چھا گیا کہ دن کے وقت ستارے نظر آنے لگے۔

صواعق محرقہ میں ابوالشیخ سے نقل کیا گیا ہے کہ یقیناً امام حسین علیہ السلام کے قتل کی وجہ سے آسمان سرخ ہو گیا اور سورج کو یوں گہن لگ گیا کہ دن کے وقت ستارے نظر آنا شروع ہو گئے۔ لوگوں نے یہ گمان کیا کہ شاید قیامت برپا ہونے والی ہے۔[1]

بہت زیادہ روایات میں ذکر ہوا ہے کہ ائمہ علیہم السلام عشرۂ محرم کے ایام میں غم مناتے

---

(۱)۔ ان روایات اور تواریخ کی اس صراحت اور واضح دلالت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر سورج کو گرہن لگ گیا تھا۔ کوئی نہیں ہے جو اس میں شک کرے اور تردد کرے۔ امام حسین علیہ السلام کی عظمت کے اعتراف کرنے میں یہاں تک کہ وہ اعتراف کرے گا کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا اثر اجرام سماعت پر بھی ہوا لیکن یہ مسلمان ہے کہ اپنے کمزور عقیدہ کی بناء پر اس بات پر اڑا ہوا ہے کہ انسان کی موت پر سورج کو بھلا گرہن کیسے ہو سکتا ہے اور وہ اس پر اس روایت کے ذریعے استدلال کرتا ہے۔ اس قابل نہیں کہ اس سے استدلال کیا جئے اور وہ روایت یہ ہے۔

ابراہیم کی وفات ہوئی تو اس سال تین نشانیاں ظاہر ہوئیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ جب ابراہیم کی وفات ہوئی تو سورج کو گرہن لگا تو لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ گرہن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند کی موت کی وجہ سے لگا ہے۔

علی بن عبداللہ سے روایت ہے وہ بیان کرتا ہے کہ میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

Presented by Ziaraat.com

اور عاشورے کے دن ان کا غم زیادہ ہو جاتا اور وہ اپنے گھر میں مجلس برپا کرتے اور خوب گریہ کرتے اور ان مجالس میں شاعروں کو دعوت دیتے تاکہ وہ امامِ حسین علیہ السلام کے مرثیے پڑھیں اور جو آپؑ کا محب آپؑ کی زیارت کے لئے آتا تو ائمہ علیہم السلام ان کو امامِ حسین علیہ السلام پر رونے کی اور آپؑ کی قبر کی زیارت کی تشویق فرماتے۔[۱]

کافی زیادہ اخبار ہیں جو امامِ حسین علیہ السلام پر رونے کی محبوبیت پر دلالت کرتے ہیں اور حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کے غم وحزن اور اس میں بھوک پیاس کو یاد رکھنے کے محبوبیت

(گزشتہ سے پیوستہ) سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند تو اس خبر کے سننے کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے۔ خدا کی حمد وثناء کی پھر فرمایا اے لوگو! تحقیق سورج و چاند آیات الٰہی ہیں۔ جن کے بارے میں حکم خدا جاری ہوتا ہے اور یہ دونوں حکم خدا کے سامنے مطیع ہیں۔ پس ان دونوں کو گرہن نا کسی کی موت سے لگتا ہے اور نہ کسی کی حیات سے۔ پس جب ان دونوں یا ان میں سے کسی ایک کو گرہن لگ جائے تو نماز آیات پڑھو۔ پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لائے اور سورج گرہن کی نماز ادا کی۔ نماز ختم کرنے کے بعد فرمایا اے علی ں اٹھو اور میرے بیٹے کے غسل وکفن ودفن کا اہتمام کرو۔ تو علی ں اٹھے اور انہوں نے ابراہیم کے غسل، کفن اور حنوط کا اہتمام کیا۔ ابراہیم کے جنازہ کو گھر سے باہر لے کر آئے تو رسول خدا بھی ساتھ ہوئے اور قبر میں اتارنے تک ساتھ رہے تو اس وقت لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شدت غم کی وجہ سے ابراہیم پر نماز ادا کرنا بھول گئے ہیں۔ پس آپؐ کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو! جو کچھ تم میرے بارے میں کہہ رہے ہو وہ جبرائیل نے مجھے خبر دے دی ہے۔ تم یہ گمان کرتے ہو کہ میں اپنے بیٹے پر نماز جنازہ پڑھنا بھول گیا ہوں اور یہ میرے شدت غم کی وجہ سے ہے۔ لوگو! ایسا نہیں ہے۔ جیسا تم گمان کرتے ہو لیکن حق یہ ہے میرے خدا لطیف خبیر نے تمہارے اوپر پانچ نمازوں کو فرض کیا ہے اور ہر مردوں کے لئے ہر نماز کے بدلے ایک تکبیر کو قرار دیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ یہ پانچ تکبیریں اس پر پڑھو جو نماز پڑھتا ہے۔ (یعنی بچے کی نماز جنازہ پڑھنا واجب نہیں ہے)۔

اس کا جواب: اس روایت کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت جعلی ہے اور اس کے جعلی ہونے پر چند امور دلالت کرتے ہیں۔

(1) معارضہ: اس روایت کا ابتدائی حصہ دوسری روایات اور تواریخ کی بہت زیادہ شہادات کے معارض ہے کیونکہ یہ روایات اور تاریخ کے شواہد اس کو بیان کرتے ہیں کہ سورج کو امام حسین ں کی شہادت کی وجہ سے گرہن لگا اور ان میں سے بعض کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں اور یہ روایت خود امیر المومنین (بقیہ اگلے صفحہ پر)

Presented by Ziaraat.com

پر دلالت کرتی ہیں بلکہ عاشورے کے دن عصر تک کا فاقہ رکھنا بھی مستحب ہے تا کہ اس سے امامِ حسین علیہ السلام کی بھوک پیاس کو یاد رکھا جائے۔ امامِ حسین علیہ السلام کی خاطر لنگر اور سبیلوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔[1]

جنابِ شیخ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مصباح میں عبداللہ بنِ سنان سے اور انہوں نے حضرتِ امامِ صادق علیہ السلام سے خصائصِ روزِ عاشورہ میں روایت ذکر کی ہے کہ جس میں

(گزشتہ سے پیوستہ) علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے خطبہ سے بھی معارض ہے جو آپؑ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر ارشاد فرمایا کہ جس پر آپؑ نے فرمایا:

''سورج کو آپؐ کی وفات کی وجہ سے گرہن لگ گیا''

(2) اس روایت کا آجر کہ جس آپؐ نے فرمایا علی ں آپ میرے فرزند کے غسل وکفن کرو اور بغیر نماز کے آپؐ نے اپنے فرزند کو دفن کر دیا۔ یہ مضمون بھی بہت زیادہ روایات کے معارض ہے کہ جن میں ذکر ہوا ہے کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیم پر پانچ تکبیر نماز جنازہ ادا کی۔ مثلاً عبداللہ بن کبیر کی روایت ہے جس کو شیخ نے تہذیب میں ذکر کیا ہے کہ جو یہ ہے کہ عبداللہ بن کبیر سے اور انہوں نے قدامۃ بن زائدۃ سے نقل کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابو جعفر محمد ں سے سنا ہے آپؑ نے فرمایا۔

''رسول خدا نے اپنے فرزند ابراہیم پر پانچ تکبیر نماز جنازہ پڑھی تھی''۔

(3) اس روایت کا آخری حصہ عامہ کے موافق ہے۔ وہ نماز جنازہ نہیں پڑھتے سوائے اس کے کہ جو نماز کا تعقل رکھتا ہو جبکہ شیعہ اثنا عشریہ ہر مولود پر نماز جنازہ پڑھتے ہیں اور اس پر کافی احادیث موجود ہیں۔ جیسا کہ کتاب الحدائق میں علی بن یقطین سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوالحسن ثانیؑ سے سوال کیا ''کیا آپؑ اس بچے پر نماز جنازہ پڑھیں گے جس کے دو سال پورے ہو جائیں''؟ آپؑ نے فرمایا ''بچوں پر ہر حال میں نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔ سوائے اس کے کہ وہ تکمیل خلقت سے قبل سقط ہو جائے تو اس پر نماز نہیں ہے''۔

دوسری روایت سکونی سے وہ بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق ں نے اپنے آباؤ اجداد کے ذریعے سے فرمایا

''تمام بچوں پر نماز جنازہ ہوگی اور تمام بچے وارث بھی ہوں گے سوائے ان کے جو اپنی ماں کے شکم سے سقط کر جائیں۔ ان کو بغیر نماز کے دفن کیا جائے گا''۔

(4) مشہور علماء واصحاب نے اس روایت کو رد کر دیا ہے اور جو اخبار و روایات اس سے معارض ہیں ان کو اخذ کیا ہے تو علماء واصحاب کا اس روایت کو رد کرنا خود اس جعلی ہونے اور کمزور ہونے کی دلیل ہے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

Presented by Ziaraat.com

آپؑ نے فرمایا ہے کہ تم روزِ عاشورہ روزہ رکھو جو شام ہونے سے قبل افطار کرو اور بہتر ہے کہ وہ وقتِ عصر کے بعد افطار کرو اور وہ افطار بھی فقط پانی کے ایک گھونٹ سے کرو۔

معلوم ہے کہ اس قسم کا اساک روزہ شمار نہیں ہوتا کیونکہ روزے کے لئے ضروری ہے کہ طلوعِ فجر سے قبل شروع ہو اور مغرب کے بعد تک اس کو مکمل کیا جائے۔ یہ فاقہ ہے جو امامِ حسین علیہ السلام کی بھوک اور پیاس کو یاد رکھنے کے لئے رکھا گیا ہے اور اس کی طرف امامِ صادق علیہ السلام نے دعوت دی ہے اور جو شخص روزِ عاشورہ فاقہ رکھے اس کے لئے امامؑ فرماتے ہیں: ''خدا رحم فرمائے ہمارے شیعوں پر جو ہماری بھوک اور پیاس کو یاد رکھنے کے لئے اس میں شریک ہوتے ہیں اور وقتِ عصر تک کھانے اور پینے سے پرہیز کرتے ہیں'' اور اگرچہ روزہ ہو جائے تو پھر مکروہ ہو جائے گا اور اس پر دلیل وہ روایت ہے جو ''کافی'' میں درج ہوئی ہے اور اس میں حضرتِ امامِ صادق علیہ السلام سے نو محرم اور عاشورے کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''عاشورے کا دن خدا کی قسم وہ دن ہے جس میں امامِ حسین علیہ السلام اپنے اصحاب کے درمیان سخت مشکل میں تھے اور آپؑ کے اصحاب بھی وہ تھے جن کو مشکلوں نے پچھاڑ دیا تھا۔ اس دن کے روزہ کے بارے میں سوال کرتے ہو؟ ہرگز نہیں خدا کی قسم بیت الحرام کے رب کی قسم وہ ایسا دن نہیں کہ جس میں روزہ رکھا جائے۔ وہ دن

(گزشتہ سے پیوستہ) بہرحال زیادہ سے زیادہ جو گمان اس روایت کے بارے میں ہے وہ ہے کہ یہ روایات جعلی ہیں اور اس کو بنی امیہ کے دعویٰ داروں نے بنایا ہے کہ جو امام حسین علیہ السلام کے قتل و شہادت پر سورج کے گرہن کے منکر ہیں اور انہوں نے خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جھوٹ بول دیا ہے اور انؐ کے فرزند کی عظمت کا انکار کیا ہے اور ان کے نور کو پھونکوں سے بجھانے کی کوشش کی ہے جبکہ خدا نے ان کو رد کیا ہے کہ خدا ہر حال میں ان کے نور کو پورا کرے گا۔ خواہ دشمن اس کو پسند نہ بھی کریں۔

Presented by Ziaraat.com

خوف اور مصیبت کا دن ہے اور وہ مصیبت جو تمام اہلِ آسمان واہلِ زمین پر واقع ہوئی ہے اور تمام مومنین اس دن میں غم و مصیبت میں ہوتے ہیں۔ فقط ابنِ مرجانہ اور آلِ زیاد اور اہلِ شام ہی اس دن کو خوشی کا دن قرار دیں گے۔"

پس عاشورے کا دن، روزہ نہیں ہے فقط فاقہ ہے جو امامِ حسین علیہ السلام کے غم میں رکھا جاتا ہے اور یقیناً تمام ائمہ ؑ اپنے جد امامِ حسین علیہ السلام کی خاطر یہ فاقہ رکھا کرتے تھے۔ پس وہ عاشورے کے دن پانی نہیں پیتے تھے اور اس سے قبل حضرتِ اسماعیل علیہ السلام جو نبی خدا تھے ان کی بکریوں نے بھی عاشورے کے دن کھانا پینا چھوڑ دیا تھا۔

روایت میں ہے کہ حضرتِ اسماعیل علیہ السلام کا ایک چرواہا تھا جو آپ ؑ کی بکریوں کو دریائے فرات کے کنارے چرایا کرتا تھا۔ پس اس نے ایک دن خبر دی کہ چند دنوں سے ہماری بکریاں نہ گھاس کھاتی ہیں اور نہ پانی پیتی ہیں تو حضرتِ اسماعیل علیہ السلام نے بارگاہِ خدا میں مناجات کی اور ان کی اس کیفیت کے بارے میں سوال کیا تو حضرتِ جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور فرمایا ''اے اسماعیل علیہ السلام نبی خدا۔ آپ خود ان بکریوں سے اس کے بارے میں سوال کریں۔ وہ آپ کو جواب دیں گی۔'' پس نبی خدا نے ان سے سوال کیا تو ان بکریوں نے آپ کی بارگاہ میں عرض کیا: ''یا نبی اللہ یہ وہ زمین ہے جس پر آپ کا ایک فرزند قتل کیا جائے گا جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جگر حسین علیہ السلام ہے پس ہم پانی نہیں پی رہیں تاکہ ہم ان کی پیاس کو یاد رکھ سکیں۔"

حتیٰ کہ امامِ حسین علیہ السلام کے باوفا گھوڑے نے بھی آپ ؑ کی پیاس کو بانٹا اور آپ ؑ کی پیاس کو یاد رکھا۔ مقاتل میں موجود ہے کہ جب امامِ حسین علیہ السلام نے اپنے گھوڑے کو پانی میں داخل کیا اور کہا اے میرے گھوڑے تو تو پانی پی لے تو اس گھوڑے نے سر کو اٹھایا اور حسین علیہ السلام سے قبل پانی پینے سے انکار کر دیا۔

Presented by Ziaraat.com

امامِ حسین علیہ السلام کے چچازاد مسلم ابنِ عقیل علیہ السلام نے بھی اپنی شہادت سے قبل اس پیاس میں اپنا حصہ رکھا۔ خواہ وہ جانتے تھے یا نہیں تمام مقاتل میں درج ہے کہ جب حضرتِ مسلم ابنِ عقیل علیہ السلام کو زخمی حالت میں دارالامارہ لے کر آئے تو آپؑ نے پانی کو طلب کیا تو آپ کے لئے پانی لایا گیا تو جیسے ہی آپؑ نے پانی پینے کا ارادہ فرمایا تو منہ کا خون پانی میں گر گیا۔ وہ سارا مضاف ہو گیا۔ پھر دوبارہ پانی لایا گیا پھر ایسے ہی ہوا۔ جب تیسری مرتبہ پانی لایا گیا اور اس میں منہ کے زخموں کا خون گرا اور سامنے کے دونوں دانت اس میں گر گئے تو آپؑ نے وہ پانی گرا دیا اور فرمایا: ''اگر اب دنیا کا پانی میری قسمت میں ہوتا تو میں اسے پی لیتا۔''

یقیناً حضرتِ ابوالفضل العباس علیہ السلام جب فرات کے دریا کے پانی میں داخل ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھوں میں پانی لیا تا کہ پی لیں تو فوراً بھائی حسین علیہ السلام کی پیاس یاد آ گئی اور فوراً پانی گرا دیا اور یہ فقط انہوں نے امامِ حسین علیہ السلام کی اتباع میں کیا۔ اسی وجہ سے تمام ائمہ علیہم السلام اور ان کے شیعہ قیامت تک کے لئے ان کی قبر کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تا کہ ان کی زیارت کریں۔ کیا خوب ایک بھائی کی دوسرے بھائی کے ساتھ غم خواری کیا ابوالفضل العباس علیہ السلام کی اپنے بھائی کی پیاس سے زیادہ بھی غم خواری ہو سکتی ہے؟

جنابِ شیخ ہادی الخراسانی النجفی نے اپنی کتاب ''عددالشھور'' میں ذکر کیا ہے کہ حضرتِ امیرالمومنین علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے اپنی زندگی کے آخری وقت میں حضرتِ عباس علیہ السلام کو بلایا اور انہیں اپنے سینے سے لگایا اور آپؑ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور ان کو وصیت کی اور ان سے عہد لیا کہ جب تم فرات کے پانی پر قابض ہو جاؤ تو اس وقت اپنے پیاسے بھائی حسین علیہ السلام سے پہلے پانی مت پینا۔ حتیٰ کہ ایک قطرہ بھی

Presented by Ziaraat.com

نہ پینا۔ تو حضرتِ ابوالفضل العباس امامِ حسین علیہ السلام سے قبل بھلا پانی کیسے پی سکتے تھے۔ یہ ایک مومن بھائی کی اپنے بھائی پر جفا ہے اور روایات میں ذکر ہوا ہے کہ حضرتِ عباس علیہ السلام اس قدر پیاسے تھے لیکن پانی پر قابض ہونے کے باوجود اس دنیا سے پیاسے ہی گئے تھے۔

اصولِ کافی میں معلّٰی بن خنیس نے حضرتِ امامِ صادق علیہ السلام سے وہ حقوق جو ایک مومن کے دوسرے مومن پر ہیں ان کو ذکر کرتے ہوئے پانچواں حق یہ نقل کیا ہے کہ پانچواں حق ایک مومن کا دوسرے پر یہ ہے کہ جب تک وہ سیر نہ ہو جائے اپنے کو سیر نہ کرے اور جب وہ پیاسا ہو تو اپنے کو سیراب نہ کرے۔ جب وہ مومن عریان ہو تو وہ خود لباس نہ پہنے۔

مشکل حالات میں بھی مسلمانوں کے جذبۂ ایثار کو ذکر کیا۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں ان مسلمانوں کے ایثار کو یوں بیان کیا ہے:

"يُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ"

''اور وہ مہاجرین کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے باوجود اس کہ وہ خود اس کے محتاج تھے'' (۱)

جنگِ بدر میں دس مسلمان زخمی ہو کر گر پڑے تھے اور وہ اس قدر زخمی تھے کہ گویا زندگی کے آخری سانس لے رہے تھے تو ان کے لئے ایک مسلمان پانی لے کر آیا۔ جب وہ پہلے زخمی کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ مجھ سے زیادہ وہ دوسرا ہے اس کے پاس لے جاؤ اور وہ پانی والا پانی لے کر جب اس دوسرے کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ مجھ سے زیادہ تیسرا پیاسا ہے اس کے پاس لے جاؤ۔ جب وہ اس کے پاس لے کر

---

(۱) سورۃ الحشر: آیت: 9۔

Presented by Ziaraat.com

آیا تو اس نے بھی انکار کرتے ہوئے کہا کہ وہ چوتھا ان سے زیادہ پیاسا ہے لہٰذا دسویں زخمی کے پاس پانی والا آیا تو اس نے بھی یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ نہیں مجھ سے زیادہ پہلا پیاسا ہے اس کے پاس لے جاؤ تو جب وہ پہلے زخمی کے پاس واپس پلٹ کر آیا تو وہ دم توڑ چکا تھا اور وہ جلدی سے دوسرے کے پاس آیا تو وہ بھی دم توڑ چکا تھا۔ یہاں تک کہ جب آخری تک آیا تو سب ہی دم توڑ چکے تھے اور وہ سارے پیاسے ہی دنیا سے چلے گئے۔ ہر زخمی نے اصرار کیا کہ دوسروں سے قبل وہ پانی نہیں پیے گا۔ یہ ایثار تھا جو انہوں نے کیا بلکہ تفسیرِ علی ابنِ ابراہیم قمی میں آیاتِ متخلفین کے ذیل جنگِ تبوک کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ حضرتِ ابوذر غفاری ایک صحرا میں سے گزرے کہ جس میں ٹھنڈا اور میٹھا پانی موجود تھا اور حضرتِ ابوذرِ غفاری پیاسے بھی تھے لیکن انہوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل پانی پینے سے انکار کر دیا اور احتمال تھا کہ وہ پیاسے مر جائیں۔ وہ پیاسے ہی جا رہے تھے کہ ان کا گزر مسلمانوں کے لشکر کے قریب سے ہوا تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ابوذر کے لئے پانی لے کر آؤ۔ ایسا نہ ہو کہ پیاس اس کو مار دے۔

بعض روایات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ بھی امامِ حسین علیہ السلام کی مصیبت اور غم کے منانے والوں سے محبت کرتا ہے اور خود اس نے اپنے بعض انبیاء کو اس غم میں شریک قرار دیا ہے۔ جیسے کہ روایات میں ہے کہ جب حضرتِ نوح علیہ السلام کی کشتی کو جلا پہنچی تو ایک بڑی موج نے کشتی کو ہلا دیا اور وہ اس پر مضطر ہوئی کہ قریب تھا وہ غرق ہو جاتی تو حضرتِ نوح علیہ السلام بہت گھبرائے اور عرض کی کہ خدایا یہ کون سا مقام ہے؟ تو اس وقت حضرتِ جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور کہا اے نوحؑ یہ زمین زمینِ کربلا ہے اس میں آخری نبی کا نواسہ اور سبط قتل کر دیا جائے گا جو خیرِ اولیا کا

Presented by Ziaraat.com

فرزند ہوگا۔

نیز روایات میں ہے کہ جب حضرتِ سلیمان علیہ السلام کا تخت کربلا کے میدان سے گزر رہا تھا تو اچانک ایک ہوا کا بگولہ اٹھا جس کی وجہ سے تخت میں لرزہ پیدا ہوگیا اور اس نے تخت کا تین دفعہ چکر لگایا تو حضرتِ سلیمان علیہ السلام ہوا پر غضبناک ہوئے تو اس وقت اس ہوا نے عرض کی اے نبی خدا یہ وہ زمین ہے جس میں نبی احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند اور نواسہ مارا جائے گا۔

اور ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے نوح اور سلیمان علیہما السلام کو اس زمینِ کربلا کی ہولنا کیوں میں شریک کیا جو سبطِ شہید کے لئے تھیں۔ ایسے ہی اللہ نے کافی دوسرے انبیا علیہم السلام کے خون کو اس کربلا کی زمین پر جاری کیا۔ ایسے وہ انبیا امامِ حسین علیہ السلام کے ساتھ اس زمینِ کربلا میں خون بہانے میں شریک ہوئے۔

معتبر روایات میں ذکر ہوا ہے کہ جب حضرتِ آدم علیہ السلام اس زمین کربلا میں آئے تو آپؑ جب حسین علیہ السلام کی مقتل گاہ پر آئے تو آپؑ کے پاؤں ایک پتھر سے ٹکرا گئے اور اس سے آپؑ کے قدموں سے خون جاری ہوگیا تو آپؑ پریشان ہوگئے اور اس وقت خدا کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ "اے آدمؑ! یہ وہ زمین ہے کہ جس میں تیرا ایک فرزند حسین ابنِ علی علیہ السلام قتل کردیا جائے گا اور میں چاہتا تھا کہ تو بھی اس کے غم وحزن میں شریک ہوجائے۔ اس لئے تیرے خون کو اس زمین پر جاری کیا ہے۔ جیسے کہ اس کا خون اس پر جاری ہوگا۔"

ایسے ہی روایات میں ہے کہ ایک دن حضرتِ ابراہیم علیہ السلام اپنی سواری پر سوار ہوکر اس کربلا کے صحرا سے گزر رہے تھے کہ اچانک آپ کے گھوڑے کا پاؤں مڑ گیا جس کی وجہ سے وہ زمین پر گرا اور حضرتِ ابراہیم علیہ السلام بھی زمین پر گر گئے اور ان کا سر ایک

Presented by Ziaraat.com

چٹان پر لگا اور آپؑ زخمی ہو گئے اور آپؑ کے سر اقدس سے خون جاری ہوا تو آپؑ نے استفسار کیا اور عرض کیا: "اے خدا مجھ سے کون سا گناہ سرزد ہوا ہے کہ جس کی مجھے سزا دی گئی ہے؟ تو اس وقت حضرتِ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا اے ابراہیمؑ! آپ سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا لیکن یہ وہ مقام ہے جس پر آپؑ کے فرزند محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسہ اور علی مرتضیٰ علیہ السلام کا فرزند اس پر ظلم و جور کے ساتھ قتل کر دیا جائے گا تو خدا چاہتا تھا کہ آپؑ کو بھی اس غم میں شریک کرے اس لئے آپؑ خون اس پر جاری کیا گیا ہے۔

ایسے ہی روایت میں ذکر ہوا ہے کہ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام اپنے وصی یوشع بن نون کے ساتھ کربلا کے صحرا سے گزر رہے تھے۔ جب یہ دونوں اس زمین پر آئے جو مقتلِ حسین علیہ السلام تھا تو آپؑ کی جوتی کا تلوا ٹوٹ گیا اور ایک کانٹا آپؑ کے پاؤں میں لگا جس کی وجہ سے پاؤں سے خون جاری ہو گیا تو آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے اس کے سبب کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے موسیٰ علیہ السلام یہ وہ زمین ہے جس میں میرے بندے حسین ابنِ علی علیہ السلام کا خون بہے گا تو میں نے چاہا کہ آپؑ کا خون بھی اس زمین پر جاری ہو جائے۔"

پس ان تمام روایات کی اس بات پر دلالت ہے کہ امامِ حسین علیہ السلام کا غم اولین و آخرین کے غموں کی مانند نہیں ہے بلکہ ان کی مصیبت وہ مصبت ہے کہ جس سے کائناتِ خدا میں سے ہر مخلوق غم زدہ ہے۔ خواہ اس نے آپؑ کو دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔ تمام حیوانات و جمادات و جن و انس اس مصیبت میں غم زدہ ہیں حتیٰ کہ زمین و آسمان بھی آپؑ کی مصیبت پر روئے ہیں اور یہ آخرت تک جاری و ساری رہے گا۔ اس پر تو فرشتے اور رضوانِ جنت نے بھی گریہ کیا ہے اور حوروں نے بھی اپنے منہ پر ماتم کیا ہے

Presented by Ziaraat.com

اور جنت وجہنم میں بھی جو فرشتے ہیں سب نے امامِ حسین علیہ السلام کے غم میں گریہ کیا ہے اور تمام انبیا اور اوصیا ان کے پیدا ہونے سے قبل ہی ان پر ماتم کرتے رہے اور جب آپؑ اس دنیا میں پیدا ہوئے تو اس دن بھی ماتم برپا ہوگیا۔ پس ضروری ہے کہ اس غم کو اس انداز میں منایا جائے کہ جو انداز کسی دوسرے غم و مصیبت میں نہ ہو جب یہ مصیبت عظیم ہے تو جو اس مصیبت کا مصیبت زدہ ہے وہ عظیم ہوگا۔

ان چند اخبار سے یہ بات واضح وروشن ہوتی ہے کہ خدا یہ چاہتا ہے کہ اس غمِ حسین علیہ السلام میں انبیا شریک ہوں۔ اسی وجہ سے ان کے خون کربلا کی زمین پر جاری کروائے۔ خواہ ان کا قصد نہیں تھا۔ تو خود یہ روایات تنہا ہی اس پر دلالت کرنے میں کافی ہیں۔ امامِ حسین علیہ السلام کے غم میں خون بہانا جائز ہے، جو امامِ حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ غم خواری ہے۔

شیخ صدوق نے اپنی کتاب ''علل'' میں اور ''ابن قولویۃ'' نے اپنی کتاب ''کامل'' میں حضرتِ امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے ایک روایت کو نقل کیا ہے جس میں آپؑ نے فرمایا ہے:

''یقیناً حضرتِ اسماعیل علیہ السلام (یعنی اسماعیل بن حزقیل) اللہ کے نبی تھے جن کو خدا نے ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا لیکن اس ظالم قوم نے آپؑ پر بہت زیادہ ظلم کئے اور آپؑ کے چہرے اور سر کی جلد کو انھوں نے کھینچ کر اتار دیا تو اس وقت ایک فرشتہ ان کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپؑ جو چاہتے ہیں اس میں آپ کی اطاعت کروں۔''

تو اس وقت انھوں نے فرمایا: ''کیا جو کچھ حسین ابنِ علی علیہ السلام کے ساتھ سلوک ہوگا وہ میرے لئے اسوہ ہے؟'' تو حضرتِ اسماعیل علیہ السلام کا اپنے سر اور چہرے کی جلد کے

Presented by Ziaraat.com

اتارے جانا پر صبر کرنا اسوہ ہے۔ اقتدا امامِ حسین علیہ السلام کے لئے ہے حالانکہ انہوں نے اس کارروائی سے قبل اس اسوے کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ قوم نے جبراً یہ کام ان کے ساتھ کیا تھا۔

پس وہ خون بہانا جو امامِ حسین علیہ السلام کے اسوہ کے قصد سے بہایا جائے وہ بھی اسوہ نبی میں سے ہوگا۔ ایک اور روایت میں وارد ہوا ہے کہ جب جنگِ احد سے واپس آنے کے بعد مہاجر و انصار کی عورتوں نے اپنے اپنے شہدا کے غم میں گریہ و ماتم کیا اور حضرتِ حمزہ علیہ السلام کا ماتم کرنے والا اور ان کے غم میں رونے والا کوئی نہیں تھا تو اس وقت حضرتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرتِ حمزہ علیہ السلام پر نہ رونے اور ماتم نہ ہونے پر دکھ ہوا اور آپؐ نے حسرت سے فرمایا ''اے کاش آج کوئی میرے چچا کا بھی ماتم کرنے والا ہوتا۔''

یہ حسرت کا اظہار جب اصحاب نے سنا تو انہوں نے اپنی عورتوں سے کہا آؤ آ کر حضرتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کا غم و ماتم کرو۔ تو مہاجر و انصار کی عورتیں مسجدِ نبوی کے دروازے پر جمع ہو گئیں اور انہوں نے مسجد کے دروازے پر رات کے ایک ایک ثلث تک حضرتِ حمزہ علیہ السلام کا ماتم اور گریہ کیا اور جب حضرتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر سے باہر آئے اور آپؐ نے ان عورتوں کو حضرتِ حمزہ علیہ السلام کا ماتم اور ندبہ کرتے ہوئے دیکھا تو ان کے لئے دعا کرتے ہوئے فرمایا اب اپنے اپنے گھروں میں واپس چلی جاؤ خدا تم سب پر اپنا رحم فرمائے۔ یقیناً تم نے میرے ساتھ میرے غم میں شرکت کی ہے۔ اس بکا و گریے کے بارے میں یہ وارد ہوا ہے کہ یہ حضرتِ زہرا سلام اللہ علیہا کی مدد کرنا اور رسولِ خداؐ کے ساتھ صلۂ رحمی کرنا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے ائمہؑ کے حقوق کو ادا کرنا اور امامِ حسین علیہ السلام کی مدد کرنا اور انبیا و ائمہ اور ملائکہ کی اقتدائے اسوہ ہے۔

کسی کا کسی میت پر رونا اس میت کے خاندان والوں سے اظہارِ غم ہے اور ان کے

Presented by Ziaraat.com

حقوق کو پورا کرنا ہے کیونکہ یہ رونا غم کے مظاہر میں سے ایک ہے۔

تو یہ خون بہانا اس اظہارِ غم کا ایک اظہر وواضح فرد ہے تو یہ زیادہ سزاوار ہے کہ اسوہ ہو اور غم خواری ہو اور اس کو وہ حدیث بھی شامل ہے جس کو سید ابنِ طاؤس نے اپنی کتاب ''المقتل'' میں نقل کیا ہے۔ جس میں حضرتِ امامِ زین العابدین سیدِ سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں جس مومن کو ہماری وجہ سے اذیت ہو گی خدا قیامت کے دن اس کے چہرے سے ہر قسم کی اذیت کو دور کر دے گا اور اس کو جہنم کی آگ سے امان میں رکھے گا۔

۞۞۞۞

Presented by Ziaraat.com

غمِ حسین علیہ السلام میں خون کے بہانے کا جواز

اس جواز پر چند امور دلالت کرتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) اصل الاباحت:

اور وہ یہ ہے کہ جب کسی امر کے بارے میں قرآن و حدیث سے کوئی حکم نہ ملے تو وہاں اصلِ اباحت جاری ہوتی ہے کہ انسان شک کرے کہ آیا کام مباح ہے یا حرام اور حرمت پر کوئی دلیل نہ ہو تو وہاں اصلِ اباحت جاری کی جاتی ہے کیونکہ اصلِ عملِ اولیٰ یہ ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ لَكَ مُبَاحٌ حَتّٰى تَعْلَمَ اَنَّهُ حَرَامٌ

تو یہ اصل جاری ہوتی ہے اور اسے اصولِ فقہ میں معتبر و محکم قرار دیا گیا ہے اور اس کو جاری وہاں کیا جاتا ہے جہاں پر اباحت کے خلاف کوئی دلیل موجود نہ ہو اور ہم دیکھتے ہیں فقہی مصادر جو ہمارے ہاتھوں میں موجود ہیں ان میں کوئی دلیلِ شرعی اس کے خلاف موجود نہیں ہے۔ یہ دلیل کا نہ ہونا دلالت کرتا ہے کہ حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کے غم میں خون بہانا جائز ہے۔

(۲) تقریرِ معصومؑ بھی موجود ہے:

اہلِ بیتِ امامِ حسین علیہ السلام میں سے بعض افراد کا خواہ امامِ سجاد علیہ السلام کے سامنے غمِ امامؑ میں خون بہانا اور امامؑ کا ان کو منع نہ کرنا یہ تقریر جواز پر دلالت کرتی ہے اور صحیح اخبار میں موجود ہے۔ جیسا کہ خبرِ صحیح میں ذکر ہوا ہے کہ جب حضرتِ زینب بنتِ علی سلام اللہ علیہا نے کوفے کے بازار میں اپنے بھائی کے سر کو نوکِ نیزہ پر دیکھا تو بی بی

Presented by Ziaraat.com

سلام اللہ علیہا نے اپنا سر محمل کی سامنے لگی ہوئی چوب (لکڑی) پر مارا جس سے آپ (س) کے ماتھے سے خون جاری ہو گیا۔ امامِ سجاد علیہ السلام آپ (س) کو دیکھ رہے تھے اور آپؑ روک سکتے تھے لیکن آپؑ نے نہیں روکا تو آپؑ کا نہ روکنا اس پر دلیل ہے کہ آپؑ اس کے موافق تھے اور جائز قرار دے رہے تھے (اور خود بی بی (س) وہ ہیں جن کے بارے میں امامؑ فرماتے ہیں "اَنْتِ عَالِمَةٌ غَيْرُ مُعَلَّمَةٍ۔ جو بی بی (س) کے علمی درجات پر فائز ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ یہ خود بی بی (س) کا علم ہی جواز پر دلالت کرنے کے لئے کافی ہے۔ خواہ کوئی اور روایت موجود نہ ہو۔ (مترجم)۔

(۳) جواز پر ادلہ بھی وارد ہوئی ہیں:

اخبار میں یہ ذکر ہوا ہے کہ حضرتِ امامِ حسین علیہ السلام کے غم میں چہرے کو خراشنا جائز ہے تو چہرے کو خراشنے کا لازمہ خون بہانا ہے تو جب چہرے کا خراشنا جائز ہے تو پھر خون بہانا بھی جائز ہے۔ حضرتِ امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے موثق روایت نقل ہوئی ہے جس میں آپؑ نے فرمایا ہے کہ حسین ابنِ علی علیہ السلام جیسے مظلوم پر اپنے گریبان کو چاک کرنا اور چہرے کو خراشنا چاہیے اور اپنے رخساروں پر طماچے مارنا چاہیے۔

(۴) امامِ زین العابدین سے خون جاری ہونا:

علامہ مجلسی سے بحار الانوار اور جلاء العیون میں یہ روایت نقل ہوئی ہے کہ "جب بھی حضرتِ امام زین العابدین علیہ السلام پانی کا پیالہ پکڑتے تا کہ پانی پئیں تو آپؑ رونا شروع کر دیتے اور آپؑ کی آنکھوں کے خون سے وہ پانی آلودہ ہو جاتا۔"

تو جب آنکھوں سے خون جاری کرنا جائز ہے کہ جو تمام اعضائے بدن میں سے نازک ترین عضو ہے تو دوسرے اعضائے بدن سے خون بہانا بطریقِ اولیٰ جائز ہوگا۔

Presented by Ziaraat.com

آنسوؤں کے بدلے خون رونا

آنسوؤں کے بدلے خون رونا یہ دو طرح کا ہوسکتا ہے۔

قسمِ اول:

رونے والے کی شدتِ غم کی حرارت ہے کہ جس سے اس کے آنسو بڑی تیزی سے اچھل پڑتے ہیں کہ جو پپوٹوں کی شدید باریک شریانوں کو زخمی کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے ان سے خون رسنا شروع ہو جاتا ہے۔

قسمِ دوم:

جب رونے والے کے رونے سے ہچکی بندھ جاتی ہے تو اس کے آنسوؤں میں تیزی آجاتی ہے اور اس کے پاس اتنی فرصت نہیں رہتی کہ خون سے آنسو تیار ہو پائیں کیونکہ آنسو خون کے بخارات ہی ہوتے ہیں جو شدتِ غم سے بخارات تیار ہوتے ہیں۔ تو جب رطوبت و بخارات کم ہو جائیں اور رونا زیادہ ہو جائے یا تیز ہو جائے کہ جس سے رطوبت کو آنسو میں تبدیل ہونے کے لئے وقت زیادہ ہو اور رونا زیادہ ہو تو پھر خود خون پپوٹوں کی شریانوں سے جاری ہو جاتا ہے۔

(۵) امامِ زمانہ (عج) کا خون بہانا:

ہمارے وقت کے امام، امامِ زمانہ قائمِ آلِ محمد امامِ منتظر (عج) کا بھی خون بہانا منقول ہے جیسا کہ زیارتِ ناحیہ میں ذکر ہوا ہے کہ امام (عج) فرماتے ہیں:

لَأَبْكِيَنَّ عَلَيْكَ بَدَلَ الدُّمُوعِ دَماً

''اے میرے جدِ امجدؑ میں آپؑ پر آنسوؤں کے بدلے خون رو رہا ہوں''

Presented by Ziaraat.com

(۶) بعض معصومین علیہم السلام کا خون بہانا:

بعض معصومین علیہم السلام کا خون بہانا روایات میں وارد ہوا ہے۔ جیسا کہ ''امامِ صدوق'' میں شیخِ صدوق نے ابراہیم بنِ ابی محمود سے اور انہوں نے حضرتِ امامِ رضا علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

''اِنَّ یَوۡمَ الۡحُسَیۡنِ علیہ السلام اَقۡرَحَ جُفُوۡنَنَا''

''یقیناً امامِ حسین علیہ السلام کے دن نے ہماری آنکھوں کے پپوٹوں کو زخمی کر دیا ہے''

(۷) امامِ زین العابدینؑ کی تقریر:

حضرتِ امام زین العابدین علی بن حسین علیہ السلام کے سامنے خون بہایا گیا اور اس کو سید ابنِ طاؤسؒ نے اپنی کتاب ''اللھو ن'' میں ذکر فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ سادات کا لٹا ہوا قافلہ واپس مدینے آیا تو جب اہلِ مدینہ کو بشیر ابنِ جذلم نے سادات کے واپس آنے اور حسین علیہ السلام واصحابِ حسین کے شہید ہونے کی خبر دی تو اس وقت مدینے کی کوئی عورت اور مخدرہ باقی نہیں بچی تھی مگر یہ کہ وہ اپنے گھروں سے نکل پڑی اور وہ عورتیں اپنے چہروں کو خراش رہی تھیں اور رخساروں کو زخمی کر رہی تھیں اور ہائے مصیبت ہائے مصیبت کی صدائیں دیتی تھیں (اور امامؑ کے سامنے اور آپؑ نے ان میں سے کسی کو روکا نہیں)۔

(۸) غمِ حسینؑ پر ائمہ علیہم السلام کا اظہارِ غم کو پسند کرنا:

جنابِ شیخ نے اپنی کتاب ''المصابیح'' میں ایک مستند روایت امامِ محمدِ باقر علیہ السلام

Presented by Ziaraat.com

سے نقل کی ہے جو اشخاص عاشورے کے بعد امامِ حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لئے جاتے تو ان سے امامؑ فرماتے: ''میرے داداؑ کے زائرو! تمہیں چاہیے کہ تم اپنے گھروں میں اس مصیبت کو برپا کرو۔ آپؑ پر جزع وغم کے اظہار کرنے کے ساتھ۔'' (جزع یعنی غم کا ایسا اظہار کہ جس میں صبر نہ ہو)

خود امامِ سجاد علیہ السلام نے گیارہ محرم کو اس جزع وغم کا اظہار فرمایا۔ جیسا کہ کامل الزیارات میں ذکر ہوا ہے۔ آپؑ نے اپنی پھوپھی (س) سے فرمایا ''اے پھوپھی (س) جان! میں کیسے غم نہ کروں اور میں کیسے صبر کروں جبکہ میں نے اپنے بابا اپنے چچا اور چچا زادوں کو بے گور و کفن دیکھا ہے اور میں ان کو کفن نہیں دے سکا اور ان کو دفن نہیں کر سکا'' اور امامِ صادق علیہ السلام نے ایسے لوگوں کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے ''تو ان لوگوں میں سے ہے جو ہمارے غم میں جزع کرنے والے ہیں'' جزع صبر کی ضد ہے اور خون بہانا یہ بھی جزع کے مصادیق میں سے ایک مصداق ہے۔

(۹) بعض موارد میں شرعاً خون بہانا مستحب ہے:

شریعتِ اسلامیہ میں کافی موارد ایسے ہیں کہ ان میں خون جاری کرنا اور خون بہانا مستحب قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حجامت کرنا (عربی زبان میں حجامت کروانے کا مطلب ہے کہ کسی بیماری کی خاطر اپنے جسم پر زخم کروانا تا کہ گندا خون جسم سے نکل جائے)۔ جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جب مجھے معراج پر لے جایا گیا تو میں فرشتوں میں سے جس کے قریب سے گزرتا وہ مجھے تین چیزوں کی وصیت کرتا: علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام سے محبت، حجامت اور ختنہ کروانا۔

جیسا کہ سکونی نے حضرت امام ابوعبداللہ الصادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے

Presented by Ziaraat.com

فرمایا کہ حضرتِ علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مرد جب بھی اسلام قبول کرے اس کو چاہیے کہ وہ ختنہ کروائے خواہ اسی (۸۰) سال کا ہی کیوں نہ ہو۔''

یا لڑکے کے کانوں میں سوراخ کرنا بھی مستحب ہے۔ سعدہ بن صدقة سے روایت ہے کہ لڑکوں کے کان میں سوراخ کرنا یہ سنت ہے۔ کافی روایات میں ہے کہ ختنہ سنت ہے اور دینِ حنیفہ میں سے ہے۔

پس اگر ہر مقام پر خون کا بہانا حرام ہو تو پھر ان چیزوں کے استحباب کا کوئی محل نہیں رہے گا۔

پس ثابت ہو گیا کہ حکم اولیٰ کے تحت خود خون بہانا ذاتی طور پر مباح ہے۔ اور امامِ حسین علیہ السلام کے غم کے اظہار کرنے میں یہ خون بہانا حکمِ ثانوی کے تحت مستحب ہے تا کہ ان کی اقتدا اور ان کے غم میں غم خواری و شرکت ہو جائے۔

یہ جو استدلال بیان ہوا ہے کہ جس کے لئے نو دلیلیں دی گئی ہیں وہ فقہی استدلال ہے کہ جو خون بہانے کے جواز کو بیان کرتا ہے۔

''دلیلِ غیر فقہی''

اب تک جو ادلہ بیان ہوئیں وہ سب فقہی تھیں لیکن اب جو دلیل بیان ہو رہی ہے وہ غیر فقہی ہے۔ جو فقط امامِ حسین علیہ السلام کے غم میں خون بہانے کو فقط جائز نہیں قرار دیتی بلکہ امامِ حسین علیہ السلام کے غم میں (تلواروں کے ماتم کے ذریعے) خون بہانے کے معجزہ ہونے کو بیان کرتی ہے۔ یہ دلیل بیان کرتی ہے کہ گویا یہ معجزات کی قسموں میں سے ایک معجزہ ہے اور اس میں واضح اعجاز پایا جاتا ہے۔ کیونکہ جب ایک ماتمی تیز دھار تلوار کو اپنے ننگے سر پر کہ جس پر بال بھی نہیں ہوتے، مارتا ہے اور وہ تلوار سر میں ہڈی تک

Presented by Ziaraat.com

چلی جاتی ہے اور بعض اوقات ہڈی کو بھی وہ چیر دیتی ہے تو اس صورت میں ضروری ہے کہ انسان مر جائے جیسا کہ طبِ قدیم وجدید دونوں اس کی تائید کرتے ہیں کہ اگر سر کی ہڈی پھٹ جائے تو موت یقینی ہو جاتی ہے لیکن اس کے برخلاف ہم دیکھتے ہیں کہ ہزاروں ماتمی حضرات جو صبح کے وقت تلواروں کا ماتم کرتے ہیں پھر وہ سارا دن ماتمی حلقوں میں ماتم کرتے رہتے ہیں اور اپنی اقامت گاہ سے حرمِ امامِ حسین علیہ السلام اور حرمِ عباس علیہ السلام کا طواف کرتے ہیں اور وہ پھر گرمیوں کی جھلسا دینے والی گرمی میں یا جما دینے والی سردی میں میلوں سفر طے کرتے ہوئے اپنی رہائش گاہ تک جاتے ہیں اور پھر وہاں جا کر حمام میں غسل کرتے ہیں اور سروں کو دھوتے ہیں اور کوئی دوائی بھی نہیں لگاتے۔ پھر وہ اپنی رہائش گاہوں سے نکل کر دوبارہ عزاداروں کے جلوسوں اور ماتمی حلقوں میں شریک ہو جاتے ہیں اور رات گئے تک ماتم اور زنجیر زنی کرتے رہتے ہیں۔ کسی پر کوئی مکروہ کیفیت طاری نہیں ہوتی اور اگر کوئی عزادار زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے گر بھی جائے اور اس پر کمزوری غالب ہو جائے تو بھی وہ اٹھنے میں جلدی کرتا ہے اور دوبارہ تلواروں کے ماتم یا دوسرے حلقوں میں شریک ہو جاتا ہے، میں نے شخصاً نہیں سنا کہ کوئی شخص گرا اور مر گیا ہو۔ بلکہ وہ سڑکوں پر چلتے پھرتے ماتم کرتے ہوئے دشمنوں پر لعنت کرتے ہیں۔

شیخ محمد حسین کاشف الغطا

اپنی کتاب ''الآیات البینات'' میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انسان کا اپنے آپ کو زخمی کرنا اور اپنا خون اپنے ہاتھوں سے نکلنا بذات خود

Presented by Ziaraat.com

حلال ومباح ہے اور مباحات اصلیہ میں سے ہے لیکن یہ بھی کام کبھی واجب ہوتا ہے کبھی حرام ہو جاتا ہے لیکن اس کی حرمت اور اس کا وجوب عنوانِ ثانوی کی وجہ سے ہے جو اس عنوان کو طاری ہوئے ہیں اور کسی دوسری جہت سے ہوتا ہے۔

وجوب:

اپنے جسم کو زخمی کرنا اور خود اپنے ہاتھوں سے خون خارج کرنا یہ بعض اوقات واجب ہو جاتا ہے۔ جب انسان کی زندگی اس پر موقوف ہو۔ جیسے فصد کرنا یا حجامت کرنا یعنی خود اپنے ہاتھوں سے جسم پر زخم کرنا تا کہ اس سے خراب خون نکل جائے اور انسان کی زندگی بچ جائے۔

حرمت:

اور بعض اوقات یہی کام حرام ہو جاتا ہے جیسا کہ جب یہ ضرر اور جان کے لئے خطرہ ہو۔ خواہ بیماری کا خطرہ ہو یا موت کا خطرہ ہو تو یہ اپنے آپ کو زخمی کرنا اور خون بہانا حرام ہو جائے گا۔ بعض اوقات اس کو اس کے علاوہ کوئی جہتِ محسنہ لاحق ہو جاتی ہے لیکن وہ جہت اس کو واجب نہیں کر پاتی لیکن اس میں حسن واستحباب کو پیدا کر دیتی ہے۔ مثلاً آلِ عبا کے پانچویں سردار کے غم میں خون بہانا اور ان شہدا کی یاد میں جو باوفا اصحاب آپؑ کے ساتھ شہید ہو گئے جو حسب وشرف میں یکتا تھے ان کی غمخواری کے مقصد سے اور اس عظیم مصیبت کے اظہار کے لئے جو مصائب وقیامت ان پر ٹوٹی اس کے اظہار کے لئے بلکہ جو ان مظلوموں کی حالت ہوئی اس کی تمثیل بننے کے لئے۔ یہ بہت بڑی جہتِ محسنہ ہے۔ جب یہ طاری ہو جائے تو پھر نہ صرف یہ مباح رہتا ہے بلکہ

Presented by Ziaraat.com

مستحب ہو جاتا ہے۔

''ضرر کے ترتب کی صورت میں''

لیکن جب اس تلواروں اور چھڑیوں کے ماتم سے ضرر مترتب ہوتا ہو جو کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ زیادہ زخموں کی صورت میں یا زیادہ خون بہہ جانے کی صورت میں موت یا مرض کا خطرہ ہو جو حرمت کا تقاضا کرتا ہے تو اس کے حرام ہونے میں تو کسی عقل مند کو شبہ نہیں چہ جائیکہ کسی عالم یا فقیہ کو ہو۔

اولاً:

میری عمر تقریباً ساٹھ برس ہونے والی ہے۔ ہر سال میری آنکھوں کے سامنے تلواروں کے ماتم کے حلقے بنتے ہیں کہ جن میں تلواروں کا ماتم ہوتا ہے میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ جو اس وجہ سے مرا ہو یا اس کو خطرے کی حد تک ضرر ہوا ہو اور میں نے کسی سے سنا بھی نہیں ہے۔

ثانیاً:

اور اگر بالفرض ایسا ہوتا بھی ہے تو یہ عوارضِ وقتیہ ہیں اور نوادارات میں سے ہیں لہٰذا ان کو شمار نہیں کیا جائے گا اور اس کو کسی حکم کے لئے ملاک و مناط نہیں قرار دیا جائے گا اور ایک مجتہد اور فقیہ کا کام کلی احکام کو بیان کرنا ہے اور اس کا فریضہ بھی یہی ہے ورنہ جزئی احکام کو بیان کرنا مجتہد کا کام نہیں ہے اور نہ ہی اس کا وظیفہ ہے۔

وہ چیز جو ہم (مجتہدین) پر واجب ہے کہ ہم یہ بیان کریں یہ ہے کہ جو شخص کسی کام کو اپنے لئے خطرہ قرار دے تو اس کے لئے حرام ہے کہ وہ کام کرے اور اس کو پرہیز

Presented by Ziaraat.com

کرنا ضروری ہے۔

حقیقت میں اس واضح اور روشن معجزہ ہے کا تلواروں اور چھریوں کے ماتم میں پایا جانا اس کو بیان کرتا ہے کہ امامِ حسین علیہ السلام اس کو بے انتہا پسند کرتے ہیں اور اس سے محبت کرتے ہیں۔ یہ دلیل ہی کافی ہے اس کے جواز کے لئے۔

Presented by Ziaraat.com

مائة منقبة

من مناقب امیر المومنین علی بن ابی طالب والائمۃ

من طریق العامة

امیر المؤمنینؑ اور ائمۂ اطہارؑ کے فضائل میں سو احادیث

تالیف:

ابو الحسن محمد بن احمد بن علی بن حسن القمی

المعروف: ابنِ شاذان

ترجمہ و تحقیق:

سید سبطین علی نقوی امروہوی

Presented by Ziaraat.com

الأيام الحسينية

تأليف

العالم الرباني الشيخ جعفر التستري

(قدس سره)

ترجمہ

علامہ محمد حسن جعفری

Presented by Ziaraat.com

غلو

حقیقت اور اس کی اقسام

السید کمال الحیدری دام ظله العالي

سنة ۱۴۳۲

ترجمہ و تحقیق :

سید سبطین علی نقوی امروہوی

Presented by Ziaraat.com

اسرارِ زیارتِ اربعین

تقارِیرِ آیت اللہ شیخ محمد سند مدظلہ العالی

Ziaraat.com
Online Library

Presented by Ziaraat.com

احکام عاشورہ

المعروف: قربان الشهادة

حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید محمد صادق روحانی

Presented by Ziaraat.com

عجائباتِ فاطمی سلام اللہ علیہا

حجۃ الاسلام والمسلمین سید محمد نجفی یزدی

ترجمہ و تحقیق:

سید سبطین علی نقوی امروہوی

Presented by Ziaraat.com